ماہنامہ
حنا

ہم کو ہے تیری نظر میں رہنا

مریم عزیز

ہاسپٹل کے بینچ پر بیٹھے ہوئے اسے دو گھنٹے ہو گئے تھے۔ مسلسل حرکت کرتے ہوئے اس کے لب اب خاموش تھے، آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ وہ ایک ٹک سامنے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اکیلا پن اور اس کا خوف کیا ہوتا ہے ان دو گھنٹوں میں اسے یہ احساس ہو گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے تک سب ٹھیک تھا کہ اچانک اس کی امی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ وہ اکیلی ان کو سنبھالتی ہوئی پریشان تھی۔ جب ان کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو وہ بھاگ کر ساتھ والی آنٹی کے پاس آ گئی پھر ان کی مدد سے وہ ماں کو ہسپتال لے آئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ آنٹی چلی گئیں تب اب تک وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ اس کا اپنی ماں کے سوا اس دنیا میں کوئی نہ تھا اس کی امی اور ابو دونوں اکلوتے تھے اور وہ بھی اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس کے ابو کو فوت ہوئے چار سال گزر چکے تھے۔ کچھ دیر پہلے ڈاکٹر نے اسے بتایا تھا کہ

''ان کے معدہ میں رسولی ہے اس لیے ان کا آپریشن کرنا ضروری ہے ورنہ زہر سارے جسم میں پھیل جائے گا۔''

ڈاکٹر کی فیس ہسپتال کے اخراجات دوائیوں کا خرچ سب ملا کر کافی بڑی اماؤنٹ بنتی تھی۔ مسلسل سوچنے پر بھی کوئی حل اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اگر امی کو کچھ ہو گیا تو یہ سوچ اسے ناگ کی طرح ڈس رہی تھی۔

''سنیں! اندر جو پیشنٹ ہیں آپ کو بلا رہی ہیں۔'' نرس نے اسے مخاطب کر کے کہا تو اس کے مردہ جسم میں جیسے جان آ گئی۔ وہ جلدی سے اٹھنے لگی لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکی مسلسل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھنے سے اس کے ہاتھ پاؤں بالکل سن ہو گئے تھے۔ وہ بڑی مشکل سے چل کر اندر آئی۔ سامنے بیڈ پر ماں کو دیکھ کر اس کا دل چاہا وہ اونچی آواز میں رونا شروع کر دے۔ ایک ہی دن میں ان کی حالت

مکمل ناول

کافی خراب ہوگئی تھی۔ وہ ان کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ آہٹ پر تہمینہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں تو ان کی نظر کرن پر پڑی تو انھوں نے اشارے سے اسے قریب بلالیا تو کرن نے اپنا سر ان کے سینے پر رکھ کر رونا شروع کر دیا تو تہمینہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کا سر اونچا کیا۔

''بیٹا ایسے نہیں روتے دیکھو اب تو میں ٹھیک ہوں۔'' تہمینہ نے مسکرا کر اس کو تسلی دی پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

''میرے پرس میں ایک ڈائری ہے اس میں جمال صاحب کا فون نمبر ہے انھیں فون کرو۔ پہلے اپنے ابو کا حوالہ دینا اور پھر انھیں کہنا کہ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں پھر پتہ نہیں بعد میں مل سکوں یا نہ۔'' کرن جو بہت غور سے ان کی بات سن رہی تھی آخری بات پر رونے لگی۔

''امی ایسے مت کہیں میرا تو سوچیں میں کیا کروں گی۔'' تہمینہ نے پھر اسے ساتھ لگالیا۔

''کرن ایسا نہیں کہتے جاؤ جلدی سے فون کر کے آؤ۔'' تو کرن نے سائیڈ سے پرس اٹھایا اور ڈائری میں سے نمبر ڈھونڈنے لگی۔ نمبر ملنے کے بعد وہ باہر ریسپشن میں آئی۔

''مجھے ایک فون کرنا ہے۔'' اس کے کہنے پر ریسپشن پر موجود آدمی نے فون سیٹ اس کے آگے سرکا دیا تو وہ جمال احمد کا نمبر ملانے لگی۔ تیسری بیل پر کسی نے فون اٹھالیا۔ سلام کرتے ہی اس نے جمال احمد کے بارے میں پوچھا تو دوسری طرف سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون ہے۔

''انھیں بتائیں کہ صغیر نواز کی بیٹی کا فون ہے۔'' چند سیکنڈ کے بعد اس نے ایک دوسری آواز سنی۔

''ہیلو بیٹا میں جمال ہوں سب خیریت تو ہے نا؟'' جمال احمد نے تشویش سے پوچھا تو آنسو ایک دفعہ پھر کرن کی آنکھوں سے نکلنے لگے۔

''انکل میں کرن بول رہی ہوں۔''

''ہاں بیٹا میں جانتا ہوں تم رو کیوں رہی ہو؟ سب ٹھیک تو ہے؟'' اب جمال احمد واقعی پریشان ہوگئے تھے۔

''انکل امی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ میں فون کر کے آپ کو بلاواؤں۔''

''کون سے ہسپتال میں ہیں؟'' جمال احمد کے پوچھنے پر کرن نے انھیں ہسپتال کا بتایا۔''

''اچھا بیٹا میں کچھ گھنٹوں میں پہنچ رہا ہوں تم پریشان مت ہونا اور بھابی کا دھیان رکھنا۔''

فون رکھنے کے بعد وہ واپس کمرے میں آ گئی۔ لیکن تہمینہ دوائیوں کے زیراثر سو رہی تھیں تو وہ باہر اسی بینچ پر آ کر بیٹھ گئی۔

اسے یہاں بیٹھے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا شاید دو گھنٹے اس نے اردگرد دیکھ کر جائزہ لیا شاید درمیان میں اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ تبھی نرس اس کی طرف آئی۔

''بی بی! آپ آپریشن کے لیے رقم جمع کروا دیں تاکہ آپ کی والدہ کا آپریشن کیا جاسکے۔'' تو کرن پریشان ہو کر نرس کی شکل دیکھنے لگی کیونکہ تہمینہ نے اسے رقم کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔

اس سے پہلے کہ کرن کوئی جواب دیتی ایک آدمی ان کے پاس آ کر رک گیا۔

''ایکسکیوز می! مسز تہمینہ صغیر کا روم یہی ہے؟'' آنے والے نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا تبھی اس کی نظر کرن پر پڑی تو وہ مسکرا دیا۔

''میں جمال احمد ہوں آپ کرن ہو نا؟''

ان کے کہنے پر کرن نے سر اثبات میں ہلا دیا تو وہ آگے بڑھ آئے اور اس کو گلے سے لگالیا۔ ان کے گلے لگتے ہی کرن پھر سے رونے لگی۔

''نہیں بیٹا روتے نہیں؟ تم تو اتنی بہادر ہو

چلو آنسو صاف کرو میں آ گیا ہوں ناں سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' جمال احمد نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھیں آپریشن کے لیے رقم جمع کروا دیں۔'' نرس کے دوبارہ کہنے پر جمال احمد اور کرن دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''رقم کہاں جمع کروانی ہے؟'' جمال احمد نے نرس سے پوچھا تو وہ انھیں بتانے لگی۔

''کرن بیٹا تم یہیں رکو میں ابھی آتا ہوں۔ چلو مرتضیٰ۔'' اسے کہنے کے بعد جمال احمد نے پیچھے کھڑے لڑکے سے کہا جسے کرن نے اب دیکھا تھا۔

ان کے جانے کے بعد کرن اندر روم میں آ گئی۔ تہمینہ جاگ رہی تھی تو وہ جلدی سے ماں کے قریب آ گئی اور انھیں بتا دیا کہ جمال احمد آ گئے ہیں۔ تو تہمینہ دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد جمال احمد اندر آ گئے ان کے پیچھے وہ لڑکا بھی تھا۔ جمال احمد کو دیکھ کر تہمینہ اٹھنے لگیں تو انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

''بھائی آپ کی اتنی طبیعت خراب تھی اور آپ نے اتنی دیر سے مجھے اطلاع دی خدانخواستہ کچھ ہو جاتا پھر؟'' جمال احمد کی بات پر ایک تھکی سی مسکراہٹ تہمینہ کے چہرے پر آ گئی۔

''بھائی صاحب مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' کچھ دیر توقف کے بعد تہمینہ نے کہا تو جمال احمد تہمینہ کی طرف دیکھنے لگے۔

''کرن تم لوگ باہر جاؤ۔'' تہمینہ کے کہنے پر کرن نے حیران ہو کر ماں کو دیکھا۔ پھر باہر نکل آئی۔ اس کے پیچھے پیچھے وہ لڑکا بھی حیران پریشان باہر گیا اور اس کے کچھ فاصلے پر اسی بینچ پر بیٹھ گیا۔

''ڈیڈی بھی عجیب ہیں۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تو کرن اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''بھائی صاحب آپ کو جانتے ہیں میرا اس دنیا میں سوائے صغیر کے کوئی رشتہ نہ تھا اور ان کے بعد جس طرح میں زندگی بسر کر رہی ہوں میں جانتی ہوں اکیلے جوان بچی کے ساتھ رہنا بہت مشکل ہے اور زندگی کا کوئی پتہ نہیں کب کیا ہو جائے۔ مجھے ہر وقت کرن کی فکر رہتی ہے۔ میرے بعد اس کا کیا ہوگا۔ آج کل زمانہ کس قدر خراب ہے آپ جانتے ہیں میں نے اسے کبھی گھر سے باہر نہیں نکالا نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے اسے لوگوں کو پرکھنے ان سے ڈیل کرنا بھی نہیں آتا۔ اس کی دنیا تو بس میرے تک محدود ہے۔ میں چاہتی ہوں میری زندگی میں وہ کسی مضبوط سہارے سے بندھ جائے تاکہ مجھے سکون ہو جائے۔ ایسے میں اگر میرے ذہن میں کوئی آیا جو میری مدد کر سکے تو وہ آپ تھے۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں آپ کرن کے لیے کچھ کریں۔'' تہمینہ نے واقعی جمال احمد کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تو جمال احمد نے جلدی سے ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

''بھائی آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں کرن میری بھی بچی ہے۔ میں بیٹی کی طرح اس کا خیال رکھوں گا اور آپ کو کچھ نہیں ہوگا میں کرن کو اور آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

''نہیں بھائی صاحب میں کرن کے لیے ایک مضبوط حوالہ چاہتی ہوں جس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔ میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتی لیکن آپ کے سوا میں کس پر یقین کر سکتی ہوں۔ پلیز بھائی صاحب میں نے بڑی مجبوری میں یہ بات کہی ہے پلیز کرن کے لیے کچھ کریں۔'' تہمینہ نے روتے روتے ان سے التجا کی۔ جمال احمد مشکل میں گرفتار ہو گئے تھے۔ وہ صغیر سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ ان کا دوست نہیں بھائی تھا صغیر کے حوالے سے انھیں اس سے جڑا ہر رشتہ عزیز تھا۔ پھر جیسے وہ ایک نتیجے پر پہنچ گئے۔

''ٹھیک ہے بھابی آپ فکر مت کریں میں آج ہی کرن اور مرتضٰی کا نکاح کروا دیتا ہوں۔ مرتضٰی کے بارے میں میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں وہ میرا سب سے ہونہار بیٹا ہے۔ ہاں ایک بات ہے کرن بہت چھوٹی ہے کم از کم آٹھ سال کا فرق ہے لیکن اگر احد یہاں ہوتا تو میں اس سے کرن کا نکاح کرواتا لیکن اس وقت مرتضٰی ہی میرے ساتھ ہے اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو......؟''

جمال احمد نے تہمینہ کو دیکھ کر کہا جو ابھی تک حیران کیفیت میں جمال احمد کو دیکھ رہی تھیں۔

''بھائی صاحب مرتضٰی ہو یا احد میرے لیے صرف اتنا کافی ہے وہ آپ کا بیٹا ہے۔ میری کرن آپ کے پاس ہوگی ایک مضبوط رشتے کے حوالے سے۔'' تہمینہ مسکرا دیں۔

''بھائی صاحب آج جو آپ نے میرے اور میری بیٹی کے لیے کیا ہے آج کے دور میں کوئی اپنا بھی نہیں کرتا۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی بھی نہیں بھول سکتی۔'' تہمینہ نے مشکور نظروں سے جمال احمد کی طرف دیکھا۔

''آپ آرام کریں میں نکاح کا بندوبست کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر جمال احمد باہر نکل آئے انھیں باہر نکلتا دیکھ کر مرتضٰی اور کرن بھی کھڑے ہو گئے۔

''بیٹا آپ اپنی امی کے پاس بیٹھو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' جمال احمد نے کرن سے کہا تو وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''ڈیڈی سب ٹھیک تو ہے۔'' مرتضٰی نے باپ کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں سب ٹھیک ہے اپنا موبائل ذرا مجھے دو۔ اور تم اپنے دوست سے ملنے کا کہہ رہے تھے تو جاؤ مل آؤ لیکن چار بجے تک لوٹ آنا۔'' مرتضٰی نے باپ کو الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ جمال احمد کے کہنے پر مرتضٰی نے اپنا موبائل باپ کو دیا۔

''شام کو جس وقت وہ ہسپتال پہنچا تو سامنے علی اور مما کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''مما آپ اور یہاں' سب خیریت ہے ناں؟'' مرتضٰی نے شاہدہ کو دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں جمال کا فون آیا تھا ابھی آدھا گھنٹہ پہلے پہنچے ہیں۔'' شاہدہ نے اسے دیکھ کر کہا تو وہ علی کی طرف مڑ گیا۔

''مرتضٰی بیٹا میری بات سننا۔'' جمال احمد کی آواز پر وہ ان کی طرف پلٹا تو وہ اسے لے کر ایک کمرے میں آگئے۔ ان کے پیچھے شاہدہ اور علی بھی آگئے۔

''مرتضٰی بیٹا میں جو تم سے کہنے لگا ہوں اسے دھیان سے سننا اور مجھے غلط نہ سمجھنا۔'' باپ کی بات پر مرتضٰی نے الجھن بھری نظروں سے ان کو دیکھا۔

''بیٹا تم نے دیکھا ہے نہ کہ بھابی کی طبیعت کتنی خراب ہے اور دوسرا تم جانتے ہو میں صغیر سے کتنا اٹیچ تھا۔'' اتنا کہہ کر جمال احمد رک کر مرتضٰی کا چہرہ دیکھنے لگے۔ تو مرتضٰی نے حیرت سے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ ان کی بے ربط باتوں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

''ڈیڈی آپ پلیز کھل کر بات کریں۔'' مرتضٰی نے جمال احمد سے کہا تو انھوں نے ایک گہرا سانس لیا پھر بولے۔

''بیٹا بھابی اس دنیا میں بالکل اکیلی ہیں اور بیماری کی وجہ سے وہ ڈر گئی ہیں اور بہت پریشان ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ کرن ان کے سامنے کسی مضبوط رشتے میں بندھ جائے۔ اس لیے میں نے ان سے تمھاری اور کرن کی شادی کی بات کی ہے۔'' وہ جو اتنی غور سے ان کی بات سن رہا تھا آخری بات پر وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

''واٹ......؟ ڈیڈی اس بات سے آپ کا مقصد کیا ہے۔ قربانی کے بکرے کے طور پر آپ کو میں ہی ملا تھا۔ کسی نے کہا میری بیٹی کی شادی کروا دو آپ نے اپنا بیٹا آگے کر دیا نہ میں اس لڑکی کو

بی اے
ایف اے ایف ایس سی
کے
امتحانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے
اپنے جانے پہچانے اور آزمودہ
درسی
ماڈل ٹیسٹ پیپرز
کا مطالعہ کیجیے
اپنے شہر کے کتب فروش سے طلب کریں
یا
براہِ راست ہمیں لکھیں
درسی کتب خانہ چوک اردو بازار لاہور

جانتا ہوں اور نہ ہی آج سے پہلے اس سے ملا ہوں اوپر سے وہ مجھ سے اتنی چھوٹی ہے میں...... میری سمجھ میں نہیں آرہا آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے؟" غصے کی شدت سے اس سے بات ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"بیٹا تم اپنے ڈیڈی کی بات سمجھنے کی کوشش تو کرو۔" شاہدہ نے آگے بڑھ کر مرتضٰی کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سمجھو اب یہ بھی میں سمجھوں، سمجھنا تو آپ لوگوں کو چاہیے یہ کوئی چند گھنٹوں کا کھیل نہیں میری پوری زندگی کا سوال ہے میں کسی سمجھوتے کے تحت زندگی بسر نہیں کر سکتا اتنا حق تو لوگ لڑکیوں کو بھی دیتے ہیں۔ ڈیڈی! آپ نے مجھ سے پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ میں کیا چاہتا ہوں میری پسند کیا ہے کم از کم آپ سے مجھے ایسی امید نہ تھی۔" مرتضٰی نے شاکی نظروں سے باپ کی طرف دیکھا۔

جمال صاحب نے نظریں اٹھا کر اپنے بیٹے کو دیکھا جو ان کا سب سے فرمانبردار بیٹا تھا۔ انھیں اندازہ تھا کہ اسے دکھ پہنچا ہے ورنہ وہ کبھی اتنی بدتمیزی سے بات نہ کرتا لیکن وہ بھی مجبور ہو گئے تھے۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب آ گئے۔

"مرتضٰی میں جانتا ہوں کہ میں نے تمھاری مرضی کے بغیر یہ فیصلہ کیا ہے تو کیا ایک باپ کو اتنا بھی حق نہیں کہ وہ اپنے بیٹے سے اتنی امید رکھے کہ وہ دوسروں کے سامنے سرخرو ہو سکے۔ مجھے تم پر مان تھا بس اس بناء پر اتنا بڑا فیصلہ کر گیا۔ میں بھابی سے وعدہ کر چکا ہوں تم چاہو تو انکار کر سکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے لفظوں کی عزت رکھ سکتے ہو۔ تم اب بڑے ہو گئے ہو میں صرف تم سے درخواست ہی کر سکتا ہوں۔" انھوں نے کہا تو وہ تڑپ کر آگے بڑھا اور ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"ڈیڈی! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں لیکن آپ کو ایک بار میرے بارے میں سوچنا

ضرور چاہیے تھا۔" اس نے ہارے ہوئے انداز میں کہا وہ ان کے سامنے مجبور ہو گیا تھا وہ اپنے باپ سے اتنا پیار کرتا تھا کہ انھیں دکھی نہیں دیکھ سکتا تھا اور اس بات کا اندازہ جمال کو اچھی طرح سے تھا۔

"خوش رہو..... سدا خوش رہو تم نے اپنے باپ کی عزت رکھ لی اور میں تمھیں جانتا ہوں اور تمھاری پسند کو بھی تم دیکھنا آج شاکی ہو لیکن ایک وقت آئے گا جب تم میرے اس فیصلے کو سراہو گے۔ میرے فیصلے کا اس دن تمھیں اندازہ ہو گا اور تم میرے انتخاب پر فخر کرو گے۔" جمال احمد نے خوشی سے اس کا چہرہ چوم لیا تو وہ محض انھیں دیکھ کر رہ گیا۔ ان کے پاس کھڑے علی اور شاہدہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

کرن جب کمرے میں داخل ہوئی تو تہمینہ ایک ٹک چھت کو گھور رہی تھی ان کی آنکھیں اب بھی نم تھیں۔

"امی.....!" اس کے پکارنے پر تہمینہ نے اس کی طرف دیکھا تو مسکرا کر اسے اپنے پاس بلا لیا۔

"بیٹا بعض اوقات انسان ایسے فیصلے کر جاتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا لیکن ایسا قسمت میں لکھا ہوتا ہے بس حالات کچھ عجیب ہو جاتے ہیں۔" کرن نے الجھن بھری نظروں سے ماں کو دیکھا لیکن ان کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔

"میں نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ میں تمھاری شادی ایسے کروں گی۔ تمھارے ابو اور میں نے تمھارے لیے بہت کچھ سوچا تھا لیکن تمھارے ابو کی موت نے مجھے ڈرا دیا ہے اور اپنی بیماری نے مجھے اتنا بڑا فیصلہ اچانک کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جمال بھائی میرے لیے ایک فرشتہ ثابت ہوئے ہیں۔ انھوں نے جو کیا ہے وہ اپنے بھی نہیں کرتے۔" تہمینہ نے اپنی نظریں اب کرن پر مرکوز کر دیں جو ان کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں نے تمھاری شادی طے کر دی ہے آج تمھارا اور مرتضیٰ کا نکاح ہے۔" کرن کے سر پر جیسے دھماکا ہوا۔ وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ اس کو ایسے اٹھتا دیکھ کر تہمینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹا میں تمھاری کیفیت سمجھ سکتی ہوں لیکن میں نے یہ سب تمھاری بھلائی کے لیے کیا ہے مرتضیٰ ایک بہترین لڑکا ہے اس جیسا تو میں بھی بھی تمھارے لیے نہ ڈھونڈ پاتی آج کل کے دور میں ہم کسی پر یقین بھی نہیں کر سکتے جبکہ جمال بھائی اور ان کی فیملی پر میں آنکھ بند کر کے یقین کر سکتی ہوں۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتیں جمال صاحب اندر گئے۔

"بھابی نکاح خواں آ گیا ہے ساتھ میں میرا ایک دوست اور ان کی فیملی ہے آپ کی اجازت ہو تو نکاح شروع کریں؟"

"بھائی صاحب اس میں اجازت کی کیا بات ہے۔" تہمینہ نے کہا۔

"مرتضیٰ جمال ولد جمال احمد، کرن صغیر بنت صغیر نواز کو بعوض پانچ لاکھ حق مہر کے آپ کی زوجیت میں دیا جا رہا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟" نکاح خواں نے کہا تو مرتضیٰ نے تین دفعہ قبول کر کے نکاح نامے پر دستخط کر دیے۔ سائن کرتے ہی سب اس کو مبارکباد دینے لگے۔ اس نے باپ کی خاطر یہ قربانی دے تو دی تھی لیکن اب اس کا دل چاہ رہا تھا وہ ساری دنیا کو تہس نہس کر دے۔

کرن سے جب مرتضیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے تین دفعہ اقرار کر کے بچے سارے حقوق اس شخص کے نام کر دیے کیونکہ انکار کا تو جواز تب بنتا جب وہ کسی کو چاہتی یا اس کے پاس کوئی چوائس ہوتی۔ اس نے تو کبھی اس بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ ان لوگوں نے اس کی

ماں کی خواہش کا احترام کر کے اس پر جو احسان کیا تھا وہ ساری عمر اس کا بدلہ نہیں دے سکتی تھی۔ جمال انکل نے اپنے خون کے رشتوں سے بڑھ کر ان کے ساتھ کیا تھا۔

سائن کرنے کے بعد اس نے ماں کی طرف دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ شاہدہ نے آگے بڑھ کر کرن کی پیشانی چوم لی اور جمال احمد نے بھی اسے گلے لگا کر پیار کیا۔ شاہدہ تہمینہ کے پاس آئی تو تہمینہ نے شاہدہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بھابی جو احسان آج آپ لوگوں نے کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا میں کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔'' تہمینہ کے کہنے پر شاہدہ مسکرا دی۔

''تہمینہ احسان کا لفظ استعمال کر کے تم ہمیں شرمندہ کر رہی ہو بلکہ احسان تو تم نے ہم پر کیا ہے اتنی پیاری بیٹی ہمیں دے دی ہے۔'' شاہدہ نے پیار بھری نظروں سے کرن کو دیکھا جو سر جھکائے جانے کیا سوچنے میں مصروف تھی۔

''اب تم کرن کی فکر کرنا چھوڑ دو وہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم سب اس کا بہت خیال رکھیں گے۔ تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔'' شاہدہ کی بات پر تہمینہ مسکرا دی پھر خیال آنے پر بولیں۔

''بھابی آپ نے مرتضیٰ سے پوچھا تو تھا نا' وہ خوش ہے؟'' تہمینہ کی بات پر شاہدہ ایک لمحہ کے لیے چپ کر گئی تو جمال احمد جلدی سے آگے آئے۔

''ارے بھابی ناخوش ہونے والی کون سی بات ہے بس اچانک ایسا فیصلہ کیا ہے تو دونوں بچے گھبرا گئے ہیں۔'' جمال احمد نے تہمینہ کو تسلی دینے کے انداز میں کہا۔ پھر علی کی طرف دیکھ کر بولے۔

''جاؤ مرتضیٰ کو بلا لاؤ۔'' تو علی باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر تک مرتضیٰ' علی کے ساتھ آ گیا۔

''آؤ بیٹا یہاں آؤ اپنی آنٹی سے ملو۔'' شاہدہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تہمینہ کے آگے کیا تو وہ احتراماً ان کے سامنے جھک گیا۔

''ماشاءاللہ۔'' تہمینہ نے اس کی پیشانی چوم لی۔

''سدا خوش رہو بیٹا۔'' وہ کھڑا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کے انداز سے بے زاری جھلک رہی تھی۔

''مرتضیٰ یہاں آؤ بیٹا یہ انگوٹھی کرن کو پہنا دو۔'' شاہدہ نے پرس سے انگوٹھی نکالتے ہوئے کہا تو اس نے ایسی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو اب اس ڈرامے کی کیا ضرورت تھی۔

شاہدہ نے کرن کو ساتھ کھڑا کیا تو مجبوراً اس نے انگوٹھی پکڑ لی۔

''بیٹا ہاتھ آگے کرو۔'' شاہدہ کے کہنے پر کرن نے اپنا بایاں ہاتھ آگے کر دیا۔ مرتضیٰ نے انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنا دی تو سب مسکرا دیئے۔

''مما میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں اکیلے میں۔'' مرتضیٰ نے ماں سے کہا تو ایک لمحے کے لیے شاہدہ چپ کر گئی۔ اس نے تہمینہ کی طرف دیکھا تو انھوں نے مسکرا کر اجازت دے دی۔

''ہاں بیٹا ضرور کرو۔'' شاہدہ نے کہا تو مرتضیٰ باہر نکل گیا۔ کرن جانا نہیں چاہتی تھی اس کو کشمکش میں دیکھ کر شاہدہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''بیٹا جاؤ گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔'' وہ اس کی جھجک کو محسوس کر رہی تھیں۔ تہمینہ نے بھی کہا تو مجبوراً وہ باہر گئی۔

مرتضیٰ باہر شاید اس کے انتظار میں ہی کھڑا تھا۔ اس کو آتا دیکھ کر اس نے قدم بڑھا دیئے۔ وہ باہر ہسپتال کے لان میں آ گیا اور ایک بینچ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ لان کا یہ حصہ نسبتاً سنسان تھا وہ بھی اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔

''بیٹھ جاؤ۔'' مرتضیٰ کے کہنے پر وہ بینچ پر بیٹھ

گئی۔ اس کی نظریں مسلسل جھکی تھیں۔ مرتضیٰ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا پھر اپنے دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈال لیے۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا میں بات کیسے شروع کروں یہاں آج جو کچھ بھی ہوا میں نے ایسا سوچا بھی نہ تھا اور نہ اس میں میری مرضی اور خوشی شامل ہے۔ یہ سب کچھ میں نے ڈیڈی کی خاطر کیا ہے۔ یہ شادی صرف ایک مجبوری ہے اور مجبوری کا میں قائل نہیں۔ مجھے اس بات کا بھی افسوس ہے کہ تمھارے ساتھ بھی زیادتی ہوئی ہے ...... میں نے اپنی شریک حیات کے بارے میں سوچا تھا جیسا تم اس سے بہت مختلف ہو۔ ایک بات رکھنا یہ سب مجبوری کا سودا ہے مجھ سے کوئی توقع مت رکھنا۔ میں اس سے شادی کروں گا جو مجھے پسند ہوگی۔ جس سے میرے خیالات ملتے ہوں گے۔ میں تمھیں ہرٹ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن آئی ایم سوری یہ میری زندگی کا سوال ہے۔"

وہ نہایت سفاکی سے بول رہا تھا قطعی نظر اس کے کہ اس کے الفاظ اس کو کتنی تکلیف دے رہے ہیں۔ اس نے ایک نظر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ مرتضیٰ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"میں نے یہ سب اس لیے تم سے کہا ہے کہ میں تمھیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ محض ایک کاغذی رشتہ ہے آئی ہوپ تم میری بات سمجھ گئی ہوگی اللہ حافظ۔" یہ کہہ کر وہ مڑ گیا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے نظریں اٹھا کر اسے جاتا دیکھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ جس رشتے میں جڑی تھی اور جس کو وہ ٹھیک طریقے سے محسوس بھی نہ کر پائی تھی وہ رشتہ شیشے کی دیوار ثابت ہوا جس کے ٹوٹنے پر ساری کرچیاں اسے اپنے جسم میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ آنکھوں میں آئے آنسوؤں نے سامنے کے منظر کو دھندلا کر دیا تو اس نے زور سے آنکھوں کو بند کیا تو آنسو آنکھوں سے باہر نکل آئے اور سامنے کا منظر ایک بار پھر واضح ہو گیا۔

وہ آج سے پہلے اس شخص کو جس کا نام مرتضیٰ جمال تھا جانتی بھی نہ تھی۔ اس نے اسے دیکھا بھی نہ تھا۔ آج وہ اس کے لیے رو رہی تھی۔ اس کے نام سے اسے جو تحفظ ملا تھا اس کے کھو دینے کا دکھ تھا یا اپنے رد کیے جانے کا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی آنسو ایک بار پھر اس کے گال بھگونے لگے۔ اسے اپنی قسمت پر رونا آرہا تھا۔ کسی نے ترس کھا کر اس کو اپنا نام دیا پھر اس پر جتا دیا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ رونا چاہتی تھی لیکن اسی لمحے اسے اپنی ماں کا چہرہ دکھائی دیا تو اس نے خود پر قابو پا لیا۔

"نہیں میں امی کو نہیں بتاؤں گی میں انھیں تکلیف نہیں دے سکتی۔" اس نے جلدی سے آنسو صاف کیے اور خود کو نارمل کرتے ہوئے اندر قدم بڑھا دیئے۔

"ہو گئی بات؟" اس کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر شاہدہ نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

اگلے دن جب تک تہمینہ کا آپریشن نہیں ہو گیا وہ سب وہیں اس کے پاس رہے۔ آپریشن کامیاب ہوا تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ ہسپتال میں رہنے کے بعد تہمینہ کو ڈسچارج کر دیا گیا۔ مرتضیٰ اسی دن چلا گیا تھا۔ پھر انکل ایک ہفتہ ان کے پاس رہے۔ انھوں نے ان کا مکان بیچ دیا اور انھیں ساتھ لے کر لاہور آ گئے۔ تہمینہ نے انھیں بہت منع کیا تھا لیکن ان کا کہنا تھا اب وہ انھیں اکیلا نہیں رہنے دیں گے۔

"بھابی کیسا لگا گھر آپ کو؟" جمال صاحب نے تہمینہ سے پوچھا۔

"بہت اچھا سب سے بڑھ کر اچھی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ہمارے پاس ہیں۔"

"چلو کرن بیٹا اچھی سی چائے پلواؤ۔" جمال احمد کے کہنے پر وہ کچن میں آ گئی۔ وہ لوگ پرسوں ہی لاہور شفٹ ہوئے تھے۔ ڈیفنس کا یہ ایریا کافی شاندار تھا۔ انکل نے اپنے گھر کے پاس ہی ان کو علیحدہ گھر لے دیا تھا۔ یہ بھی ایک بنگلہ تھا جس کا اوپر والا پورشن کرائے کے لیے خالی تھا۔ اب وہ لوگ یہاں شفٹ ہو گئے تھے۔ نیچے والے حصے میں مالک مکان خود رہتے تھے وہ دونوں میاں بیوی تھے جس کے دو بیٹے اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ رہتے تھے۔

"انکل چائے۔" کرن نے چائے رکھتے ہوئے کہا تو انھوں نے کپ پکڑ کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

"واہ بھئی اسے چائے کہتے ہیں مزہ آ گیا۔" انھوں نے کرن کو داد دیتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر چائے پینے لگی۔

"ویسے بھابی اگر آپ ہمارے ساتھ رہتیں تو زیادہ اچھا تھا۔"

"بھائی صاحب پہلے اور بات تھی لیکن اب اچھا نہیں لگتا۔" انھوں نے مرتضیٰ اور کرن کے حوالے سے کہا۔

"اور ویسے بھی خالد صاحب اور ان کی بیگم بہت اچھے ہیں اور پھر آپ لوگ بھی نزدیک ہیں تو مسئلہ ہی نہیں۔" تہمینہ کی بات پر جمال احمد نے سر ہلا دیا اور کرن کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بیٹا اب تمھارا کیا ارادہ ہے۔ تم یہاں ایڈمشن لے لو وہاں تمھاری تھرڈ ایئر کی کلاسیں ہو رہی تھیں؟" جمال احمد کے پوچھنے پر کرن نے سر ہلا دیا۔

"انکل پرموشن ٹیسٹ ہونے والے تھے اور کچھ دنوں تک فورتھ ایئر کی کلاسیں سٹارٹ ہونی تھیں۔"

"ہوں۔" جمال احمد نے کرن کی بات سن کر ہنکارا بھرا پھر کچھ سوچ کر بولے۔

"کوئی مسئلہ نہیں احد کے دوست کی والدہ کالج کی پرنسپل ہیں ان کے تھرو یہ کام ہو سکتا ہے۔ تمھاری تیاری تو ہے نا تم بس ٹیسٹ دے دینا تمھارا ایڈمشن سمجھو ہو گیا۔ پرسوں سے تم کالج جانا شروع کر دینا اور تمھارے آنے جانے کی ذمہ داری بھی میری ہے احد یا علی تمھیں چھوڑ کر بھی آئیں گے اور لے بھی آئیں گے۔" جمال احمد نے اٹھتے ہوئے کہا تو تہمینہ اور کرن دونوں نے ممنون نظروں سے انھیں دیکھا۔

"اچھا بھابی اب چلتا ہوں اور کرن پرسوں میں علی یا احد کو بھیج دوں گا تم تیار رہنا' او کے۔" اس کے سر ہلانے پر وہ مسکرا کر باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد تہمینہ آسودگی سے مسکرا دی اور کرن سے مخاطب ہوئیں۔

"میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں مجھے کم لگتا ہے کبھی کبھی مجھے یقین نہیں آتا میری بیٹی اتنی قسمت والی ہے کہ اسے اتنی چاہ کرنے والے لوگ ملے ہیں ورنہ جن حالات میں نکاح ہوا اگر بھابی انکار کر دیتی۔ بھائی صاحب نہ مانتے یا مرتضیٰ نہ مانتا تو میں کیا کر سکتی تھی لیکن نہ صرف انھوں نے اپنایا بلکہ اتنی محبت سے اپنایا میں بہت خوش ہوں میری بیٹی اتنی قسمت والی ہے۔" تہمینہ نے کرن کا منہ چوم کر کہا۔

"تم بیٹھو میں ذرا نماز پڑھ لوں ٹائم نکل رہا ہے۔" کرن نے ماں کو جاتا دیکھا تو وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"امی آپ غلط سوچ رہی ہیں میں قسمت والی نہیں قسمت والی ہوتی تو مرتضیٰ مجھے ناپسند نہ کرتا۔ واقعی انکل اور آنٹی کی چاہ بہت زیادہ تھی جو بغیر کسی لالچ کے اس سے اتنا پیار کرتے تھے ورنہ وہ بہت امیر تھے اور ایک امیر بہو کی خواہش کر سکتے تھے لیکن نہیں وہ سب ایسے پیار کرتے تھے جیسے وہ پتہ نہیں کیا چیز ہو۔ لیکن مرتضیٰ سے اس کا رشتہ تھا۔ ایک دن جب وہ ختم کرے

گا سب ختم ہو جائے۔ تب ہی تب آپ کو پتہ چلے گا میں بدنصیب ہوں یا خوش نصیب ہوں۔"
اس نے تھک کر سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

"مرتضیٰ کیا بات ہے میں کافی دنوں سے دیکھ رہی ہوں تم کچھ پریشان ہو۔" رمشا نے مرتضیٰ کو مسلسل خاموش دیکھ کر پوچھا۔ وہ لنچ کے لیے اس ریسٹورنٹ میں ہی آتے تھے۔
"کچھ خاص بات نہیں بس ایسے ہی۔"
مرتضیٰ نے پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔
"مرتضیٰ ہم اچھے دوست ہیں میرا خیال ہے اگر تم مجھ سے اپنی پریشانی شیئر کرو تو شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔" رمشا نے اپنا ہاتھ مرتضیٰ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔
مرتضیٰ نے ایک نظر رمشا کو دیکھا پھر خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا۔ اس کی خاموشی پر رمشا نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور پانی کا گلاس اٹھا لیا۔
"ڈیڈی نے میرا نکاح کر دیا ہے۔" کچھ دیر بعد جب وہ بولا تو پانی پیتی ہوئی رمشا کو اچھو لگ گیا۔ جب وہ نارمل ہوئی تو حیرت سے مرتضیٰ کو دیکھنے لگی۔
"انھوں نے تمھارا نکاح کر دیا اور تم نے مان لیا۔" رمشا نے غصے سے پانی کا گلاس ٹیبل پر پٹخ دیا۔
"تو اور کیا کرتا اس وقت حالات ہی ایسے تھے کہ بس مجبور ہو گیا تھا۔"
"او کم ان مرتضیٰ تم بچے تو نہیں تھے کہ انھوں نے ہاتھ پکڑ کر زبردستی تم سے سائن کروا لیے یا تم ان پر ڈیپینڈ کرتے تھے جو ان کی بات نہ ماننے پر وہ تمھیں گھر سے نکال دیتے اور نہ ہی تم ایک لڑکی تھے جو ماں باپ کی دھمکی پر ڈر جاتی ہے۔ میں بھی لڑکی ہوں لیکن میرے پیرنٹس میری مرضی کے بغیر میری شادی تو کیا میری منگنی بھی نہیں کر سکتے۔" رمشا کی غصے سے بری حالت ہو رہی تھی۔ مرتضیٰ خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ اسے رمشا سے ایسے ہی ردعمل کی امید تھی۔
"اور وہ جو ہمارے درمیان انڈرسٹینڈنگ ہے بلکہ تھی اس کو میں کیا سمجھوں؟" وہ کچھ دیر اس کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک دم کھڑی ہو گئی اور باہر نکل گئی۔
مرتضیٰ نے اسے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اگر روک بھی لیتا تو اسے کہتا کیا۔ اس نے غصے سے اپنا دایاں ہاتھ ٹیبل پر دے مارا۔ اگر اس وقت کرن اس کے سامنے ہوتی تو وہ یقیناً اس کا گلہ دبا دیتا جو زبردستی اس کے گلے باندھ دی گئی تھی۔ اسے اس وقت اس لڑکی سے نفرت محسوس ہو رہی تھی جس کو اس نے غور سے دیکھا بھی نہ تھا۔

وہ آفس جانے کی بجائے سیدھا گھر آ گیا۔ جونہی وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا کوئی چیز پوری طاقت سے اس کی ٹانگ کو لگی۔ اس نے نظر اٹھا کر سامنے لان میں دیکھا جہاں کچھ فاصلے پر سامنے والوں کے دو بچے آزر اور عاصم ان سے کچھ فاصلے پر بیٹ پکڑے کرن کھڑی تھی وہ پہلے سے کافی غصے میں تھا اوپر سے کرن کو دیکھ کر اس کا پارا مزید چڑھ گیا۔ وہ سیدھا ان لوگوں کی طرف آیا۔
"تم بچے ہو جو محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے کھیل رہے ہو۔" اس نے غصے سے علی کو کہا تو اس نے سر نیچے جھکا دیا۔ وہ پہلے ہی مرتضیٰ کو اندر آتے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ غصے میں ہے گھر میں سب سے زیادہ غصہ مرتضیٰ کو آتا تھا۔ وہ بنٹی اور گڑیا کو لے کر وہاں سے کھسک گیا۔ کرن بھی اسے دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ وہاں سے ہٹتی مرتضیٰ نے اپنی توپوں کا رخ اس کی طرف کر دیا۔
"اور تم...... تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ تمھیں اگر کھیلنے کا اتنا ہی شوق ہے تو یہ شوق اپنے گھر پورا

کیا کرو ناؤ گیٹ لاسٹ۔" اس نے انگلی سے گیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

کرن نے بیٹ وہیں پھینکا اور گیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ پانچ منٹ بعد وہ گھر پر تھی۔ تہمینہ شاید نیچے والوں کی طرف تھیں جو اسے نظر نہیں آئی تھیں۔ ورنہ اس کی حالت دیکھ کر ضرور چونک جاتیں۔ وہ جلدی سے باتھ روم میں گھس گئی اور دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے کب کے رکے ہوئے آنسو نکل آئے۔ وہ چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی لیکن اس نے اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اپنی چیخوں کا گلہ گھونٹ دیا۔ وہ جانتی تھی وہ ان چاہی ہے۔ اسے زبردستی مرتضیٰ کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن اس میں اس کا تو کوئی قصور نہ تھا۔ آج اس نے مرتضیٰ کی آنکھوں میں اپنے لیے شدید نفرت محسوس کی تھی۔ اتنی بے عزتی، وہ منظر یاد آنے پر اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی تھی۔ اس کے نکاح کو تقریباً دو ماہ ہوگئے تھے۔ اس دوران اس کی کبھی مرتضیٰ سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ وہ تقریباً روز وہاں جاتی تھی۔ جس دن نہیں جاتی تھی علی یا احد بھائی اسے آ کر خود لے جاتے تھے۔ وہ لوگ اسے بے انتہا پیار کرتے تھے کہ وہ غلط فہمی کا شکار رہنے لگی تھی۔ شاید کہ مرتضیٰ بھی اس کے ساتھ ٹھیک ہو جائے لیکن آج مرتضیٰ نے اس بھرم کو توڑ دیا تھا۔

"اے لڑکی کہاں ہو تم ایک ہفتہ ہوگیا ہے تم گھر کیوں نہیں آ رہی۔" اسے دیکھتے ہی احد نے اس سے پوچھا وہ ابھی سوئی ہوئی اٹھ کر آئی تھی۔

"میں تو یہیں ہوں آپ پچھلے ہفتے سے کہاں غائب ہیں۔" کرن نے الٹا اس سے سوال کر دیا۔ کیونکہ روزانہ کالج اسے احد لے کر جاتا تھا لیکن پچھلے ہفتے سے علی یہ ڈیوٹی دے رہا تھا۔

"میں آفس کے کام سے اسلام آباد گیا تھا کل رات کو آیا اور آج سارا دن تمہارا انتظار کرتا رہا لیکن تم آئی ہی نہیں۔ پھر مما نے بتایا تم ایک ہفتے سے نہیں آ رہی کیوں؟" احد نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

"بھائی کالج سے آ کر بس تھکن ہو جاتی ہے پھر گھر کا کام بس ٹائم ہی نہیں ملتا۔" اس کی وضاحت پر احد نے اس کو گھور کر دیکھا۔

"یہ کوئی اتنا مشکل کام نہیں جو تم کرتی ہو پہلے بھی تو تمہاری یہی روٹین تھی اب ایسا کیا ہوگیا ہے تم جانتی ہو ہم تمہارے کتنے عادی ہوگئے ہیں۔ مما تمہیں کتنا یاد کرتی ہیں اور ڈیڈی وہ بے چارے خود تم سے ملنے آ جاتے ہیں اور میں دیکھو پاگلوں کی طرح سیدھا ادھر آ گیا جب کے تمہارے پاس ہمارے لیے ٹائم ہی نہیں۔ ہم ہی پاگل ہوگئے ہیں۔" اس نے نہ آنے کے بہانے نے احد کو اچھا خاصا غصہ چڑھا دیا تھا تو کرن ایک دم ڈر ہی گئی۔ وہ احد سے اس قسم کے ردعمل کی امید نہیں کر رہی تھی

"آئی ایم سوری بھائی آئندہ ایسا نہیں ہوگا ویسے ایک بات ہے آپ سب غصہ کرنے میں ماہر ہیں۔"

"یہ اور کس نے غصہ کیا ہے اور یہ غصہ نہیں ہماری محبت ہے جاؤ میرے لیے چائے لے کر آؤ۔" احد نے صوفے پر پھیلتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر کچن میں آ گئی۔ اپنے پیچھے اس نے تہمینہ کی آواز سنی۔

"ختم ہوگئی لڑائی تم لوگوں کی۔ میں خود حیران ہوں یہ جا کیوں نہیں رہی پوچھا تو کہنے لگی میرے ٹیسٹ ہیں۔" احد کے پوچھنے پر تہمینہ نے اس سے کہا۔ اس نے اپنا دھیان وہاں سے ہٹا لیا۔

"بھائی اب آپ کو کیا بتاؤں آپ کے بھائی کو میرا آنا بلکہ میں ہی پسند نہیں ہوں۔ ورنہ عادی تو میں بھی آپ لوگوں کی ہوگئی ہوں لیکن

ایسی عادت جو بعد میں تکلیف دے اس کو ختم کر دینا ہی ٹھیک ہے۔''

''ہائے گل گئے ہوں تو لے آئیں جناب؟'' احد نے اچانک اس کے پیچھے آ کر کہا تو وہ ڈر گئی۔ اس کے ڈرنے پر احد ہنس پڑا تو کرن نے پاس پڑی ہوئی ماچس اسے دے ماری جو اس نے آسانی سے کیچ کر لی۔

''اتنی دیر کرو گی تو ایسا ہی ہوگا۔'' احد اندر آ کر شلف پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

''یہ لیں چائے۔'' کرن نے کپ احد کو پکڑایا۔

''مہربانی جناب۔'' وہ مسکرا کر اپنے لیے چائے ڈالنے لگی۔ تبھی اس نے علی کی آواز سنی۔

''آہا یہاں تو چائے کی دعوت ہو رہی ہے۔ میں بھی آ گیا ہوں ہمیں بھی چائے پیش کی جائے۔'' اس نے شاہانہ انداز میں کہا تو کرن نے اپنا کپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''ویسے بھائی آپ کو گھر چائے نہیں ملتی؟''

کرن کے پوچھنے پر علی نے غصے سے اسے گھورا۔

''لڑکی کتنی بدتمیز ہو ایک کپ پر اتنی باتیں سنا رہی ہو لیکن اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تمھاری باتیں سن کر میں یہ چائے چھوڑ دوں گا' نو نیور۔'' علی نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا تو کرن کھلکھلا کر ہنس دی اور اپنے لیے چائے بنانے لگی۔

وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب وہ چلے گئے تو وہ کافی دیر تک ان کے بارے میں سوچتی رہی۔ وہ لوگ واقعی بھائیوں کی طرح اس سے پیار کرتے تھے۔ اور وہ بھی انھیں اسی طرح چاہنے لگی تھی۔ وہ سب اکٹھے ہوتے تو گھر میں رونق ہو جاتی تھی اور وقتی طور پر وہ بھی سب بھول جاتی تھی۔ احد اور علی کی باتیں یاد کر کے وہ مسکرا دی۔

اگلے دن کالج سے آنے کے بعد علی نے اسے گھر پڑتا ہے۔ اس وقت اپنے گھر آنے کی تاکید کی تھی تو شام کو وہ گھر چلی آئی۔ انکل آنٹی باہر لان میں ہی بیٹھے تھے۔ اس کو دیکھ کر دونوں ہی بے اختیار اٹھ گئے اور اس کو پیار کرنے لگے۔

''اتنے دنوں سے آ کیوں نہیں رہی تھیں تمھیں پتہ بھی ہے میں تمھیں اتنا یاد کرتی ہوں۔'' شاہدہ بیگم نے اسے کو خود سے لپٹا کر کہا تو علی فوراً بول پڑا۔

''ڈیڈی مما آپ لوگ اسے اتنا پیار کرتے ہیں اس لیے یہ نخرے کرتی ہے۔''

''جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' علی کے کہنے پر کرن فوراً بول پڑی تو علی کے ساتھ جمال احمد اور شاہدہ بیگم دونوں مسکرا دیئے۔

''کیا تمھیں ہماری کوئی بات بری لگی ہے۔'' آنٹی کی بات سن کر کرن پریشان ہو گئی۔

''نہیں آنٹی ایسی کوئی بات نہیں آج کل میرے ٹیسٹ ہو رہے تھے بس اس وجہ سے نہیں آ رہی تھی۔'' اسے فوراً یہی بہانہ سوجھا۔

''اپنے لیے ان کا اتنا پیار اسے شرمندہ کر رہا تھا۔ پھر وہ انکل اور آنٹی کو کالج اور فرینڈ کے بارے میں بتانے لگی۔

''یہ احد اور مرتضیٰ ابھی تک نہیں آئے۔'' انکل نے گھڑی دیکھتے ہوئے علی سے پوچھا تبھی احد کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو سب گیٹ کی طرف دیکھنے لگے اور ان سب کو دیکھ کر سیدھا وہیں آ گیا۔

''واہ بھئی آج تو بڑے لوگ ہمارے گھر آئے ہیں۔'' احد نے بڑے کا لفظ بول کر کرن کو دیکھا تو اس کے منہ کا زاویہ بگڑ گیا۔

''آپ ایسے کریں گے تو میں آئندہ بالکل نہیں آؤں گا۔'' اس کی شکل دیکھ کر سب ہنس پڑے۔

''اب اگر تم ایک دن کا بھی ناغہ کرو گی تو ہم تمھیں اس سے زیادہ تنگ کریں گے۔'' احد نے اس کی چوٹی کھینچ کر کہا پھر احد کی چائے کی فرمائش

پر انکل اور علی بھی شروع ہو گئے۔

"چلو کرن کچن میں چلتے ہیں۔" شاہدہ نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ بھی اٹھ گئی۔ تبھی مرتضٰی کی گاڑی گیٹ سے داخل ہوئی۔ گاڑی سے اترتے ہی اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور سیدھا اندر چلا گیا۔

"اس کا موڈ آج بھی خراب لگتا ہے۔" کرن نے آنٹی کی بڑبڑاہٹ سنی تو مرتضٰی کی طرف دیکھا جس کے چہرے کے زاویے واقعی بگڑے ہوئے تھے۔ وہ آنٹی کے ساتھ کچن میں آ گئی۔ وہ چائے کا پانی رکھ کر پتی ڈھونڈنے لگی تبھی جمال احمد اندر آ گئے۔ شاہدہ کسی کام سے باہر گئی تھیں۔

"ارے انکل میں بس چائے لا ہی رہی تھی۔" کرن نے سمجھا وہ چائے کے لیے آئے ہیں۔

"کرن میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" ان کو سنجیدہ دیکھ کر کرن ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"میں جانتا ہوں تم اتنے دن سے کیوں نہیں آ رہی۔ علی نے مجھ بتایا تھا۔" ان کی بات پر کرن نے سر نیچے جھکا لیا۔

"لیکن بیٹا تم مرتضٰی کی باتوں کا برا مت ماننا وہ بہت اچھا ہے لیکن یہ جو کچھ ہوا اتنی جلدی ہوا ہے کہ وہ ابھی اس حقیقت کو صحیح طرح سے تسلیم نہیں کر پایا۔ اسے کچھ وقت دو مجھے یقین ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ میرا بیٹا ہے میں اسے جانتا ہوں اور مجھے یہ بھی یقین ہے وہ زیادہ دیر تمھیں نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ میری بیٹی ہے ہی اتنی پیاری۔" جمال احمد نے اس کی پیشانی چوم کر کہا تو ان کی بات پر وہ بلش ہو گئی۔ اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر وہ مسکرا دیئے پھر بولے۔

"بیٹا یہ گھر تمھارا ہے یہاں تم جب مرضی آؤ کسی کی ہمت نہیں تمھیں کوئی کچھ کہے اور یہ بات یاد رکھنا احد اور علی تمھیں بہت پیار کرتے ہیں۔ انہوں نے ان کی بہن کی کمی پوری کی ہے شاہدہ اور میری جان تم میں ہے۔ تم ہمارے گھر کی رونق ہو تو کیا مرتضٰی کے رویے کی وجہ سے تم ہمیں چھوڑ دو گی۔" ان کی بات پر کرن نے نفی میں سر ہلایا تو وہ مسکرا دیئے۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں اسے تھوڑا ٹائم دو۔ اس کے ساتھ بیٹھو اس سے باتیں کرو جیسے علی اور احد سے کرتی ہو۔" ان کی بات پر کرن نے ان کو دیکھا تو وہ بولے۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔ انکل مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔" کرن کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنس دیئے۔

"ویسے ایک راز کی بات بتاؤں وہ ڈرانے والی شے ہے نہیں۔" ان کے انداز پر کرن کی بھی ہنسی نکل گئی۔

"جو میں نے کہا ہے اس پر غور کرنا اور عمل بھی اور اب شاباش چائے لے آؤ۔" وہ اس کا سر تھپک کر باہر چلے گئے۔ چائے لے کر جب وہ لاؤنج میں آئی تو مرتضٰی بھی وہاں آ چکا تھا۔ اس نے چائے سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔ مرتضٰی نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر جمال صاحب سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔ گویا اس کا ہونا یا نہ ہونا اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ علی کے پاس آ گئی جو ٹی وی پر کوئی سٹیج شو دیکھ رہا تھا اور اس کے ساتھ ٹی وی دیکھنے لگی۔ جب اس کی نظر اچانک مرتضٰی پر پڑی وہ انکل کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بہت ہینڈسم تھا لیکن اس کے چہرے پر سمائل اس کو مزید پرکشش بنا دیتی تھی۔ کرن نے جلدی سے اپنی نظریں وہاں سے ہٹا لیں جبکہ احد شرارت سے کھانسنے لگا۔ پھر اس کی طرف جھک کر بولا۔

"اپنی ہی چیز ہے پھر دیکھنے میں ڈر کیسا؟"

وہ ابھی اسے کوئی جواب دینے ہی لگی تھی کہ

ملازمہ چلی آئی۔

"مرتضیٰ بھائی آپ سے ملنے کوئی باجی آئی ہے۔" پروین کے بتانے پر سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آنے والی ہستی کو دیکھ کر مرتضیٰ اس کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس کو ساتھ لیے باپ کی طرف بڑھا۔

"پاپا یہ رمشا ہے۔" مرتضیٰ نے ساتھ کھڑی لڑکی کا تعارف کروایا تو انھوں نے غور سے اس لڑکی کو دیکھا جو فیشن کا چلتا پھرتا نمونہ تھی۔ جینز کے اوپر ٹائٹ شرٹ، فل میک اپ سب بڑے غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ انھوں نے ایسی لڑکیاں نہیں دیکھی تھیں۔ ان کا تعلق جس کلاس سے تھا وہ ایسی ڈریسنگ عام تھی۔ اس وقت خاص بات اس لڑکی کا مرتضیٰ کے ساتھ ہونا تھا۔ علی نے احد کی طرف اور اس نے علی کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ اس دوران کرن چپکے سے اٹھ کر لاؤنج کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

"ہیلو انکل۔" اپنی طرف متوجہ پا کر رمشا نے کہا تو جواب میں انھوں نے وعلیکم السلام کہا تو وہ کچھ شرمندہ ہو گئی۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔" پھر جمال صاحب نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ مرتضیٰ نے سب کا تعارف کروایا۔

"مما جب میں امریکہ میں تھا رمشا میرے ساتھ وہاں پڑھتی تھی اب ہم جاب بھی ایک ہی جگہ پر کر رہے ہیں۔" وہ کافی دیر ان کے درمیان بیٹھی رہی۔ مرتضیٰ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور کچھ دیر بعد تیار ہو کر آیا تو وہ کھڑی ہو گئی۔

"اچھا آنٹی انکل چلتی ہوں۔" پھر اس نے احد اور علی سے ہاتھ ملایا۔

"چلیں مرتضیٰ۔"

"ہاں چلو مما میں رات کو کچھ لیٹ ہو جاؤں گا۔ آفس کی طرف سے ڈنر ہے۔" مرتضیٰ نے چابیاں اٹھاتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا۔ ان کے جانے کے بعد جمال احمد کافی دیر تک سوچتی نظروں سے دروازے کو دیکھتے رہے۔

"یار کتنی دیر کر دی ہے میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" احد نے کرن کو دیکھ کر کہا جو پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔

"وہ بھائی یہ فائل نہیں مل رہی تھی اس لیے۔" اس نے اپنی فائل لہرا کر کہا۔

"کب ہو رہے ہیں تمھارے پیپرز۔" احد نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی کوئی ایک ڈیڑھ ماہ تک۔" کرن نے بیگ میں بک رکھتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا ارادہ ہے؟" احد نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔

"ارادہ کیا بھائی پہلے بی۔سی۔ایس ہو جائے۔" اس نے مصروف انداز میں کہا تو احد نے ایک نظر اس کو دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

"میرا مطلب تمھاری رخصتی سے ہے اب تمھیں ہمارے گھر آ جانا چاہیے ہماری بھابی بن کر۔" احد کی بات پر مسلسل چلتے اس کے ہاتھ رک گئے اور چہرے پر کئی رنگ بکھر گئے۔

"بھائی آپ بھی بس۔" اتنا کہہ کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تو احد بھی مسکرا کر ڈرائیونگ کرنے لگا۔

کالج آنے پر وہ اتری تو احد نے اسے آواز دی۔

"میں آج نہیں آؤں گا۔ علی لینے آئے گا۔" تو کرن نے گردن ہلا دی۔ کلاسز کے دوران بھی اس کا دھیان احد کی باتوں کی طرف جاتا تو ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کو چھو جاتی۔

اس کے اور مرتضیٰ کے نکاح کو سات ماہ ہو گئے تھے۔ اس دوران مرتضیٰ سے اس کی

ملاقات بہت کم ہوئی تھی۔ اس دن والے واقعہ کے بعد مرتضیٰ نے بھی اس سے دوبارہ بات نہیں کی تھی۔ اگر وہ اس کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا تھا تو ناراض بھی نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کے لیے یہی بہت تھا۔ لڑکیاں بہت نازک ہوتی ہیں اور اگر کسی رشتے سے جڑ جائیں تو امیدیں بھی وابستہ ہو جاتی ہیں۔ اس کو پتہ تھا کہ مرتضیٰ اسے پسند نہیں کرتا لیکن وہ پھر بھی اسے پسند کرنے لگی تھی۔ شاید ان کا رشتہ ہی ایسا تھا۔ وہ کسی معجزے کی امید کر رہی تھی۔ جب سے انکل نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔ وہ اب ان کے نظریے کے مطابق ہی دیکھ رہی تھی کہ واقعی مرتضیٰ کو کچھ وقت چاہیے اور مرتضیٰ ٹھیک ہو جائے گا اور وہ بھی یہی دعا کرتی تھی۔ سب ٹھیک ہو جائے۔ سب کچھ مرتضیٰ کو چھوڑنے کا تو وہ اب تصور بھی نہیں کر سکتی۔

''بھائی آپ بہت نکمے ہیں'' کرن نے جھنجلا کر اپنی کتاب علی کے ہاتھ سے کھینچ لی۔ وہ مسلسل ایک گھنٹے سے اس کو ایک ٹاپک سمجھانے کو کہہ رہی تھی لیکن وہ اس کو جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا۔

''بھئی سمجھا تو رہا ہوں دیکھو اس کی وضاحت یہاں میں نے لکھ دی ہے۔'' علی نے رجسٹر اس کے آگے کیا تو صفحے پر نظر پڑتے ہی کرن کا دل کیا علی کا گلہ دبا دے صفحے پر کارٹون بنا تھا اس نے علی کے ہاتھ سے رجسٹر لے کر وہ کاغذ پھاڑ دیا۔

''میں نے اس کی تفصیل مانگی تھی اپنی تصویر بنانے کو نہیں کہا تھا۔'' پھر ایک دم لہجہ بدل کر بولی۔

''بھائی پلیز لکھ دیں نا کل میرا ٹیسٹ ہے۔'' اس کے منت بھرے انداز پر علی مسکرا دیا۔ علی نے اس کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔ تبھی مرتضیٰ اندر آ گیا اور گرنے والے انداز سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''پانی پلانی ہو تو پلاؤ آج تو میں بہت تھک گیا ہوں۔'' مرتضیٰ نے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھ کر صوفے سے ٹیک لگا لی۔

''چلو بھائی سے مدد لیتے ہیں۔'' علی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتی علی مرتضیٰ تک پہنچ گیا تھا

''بھائی اس ٹاپک کو ذرا ایکسپلین کر دیں۔'' تو مرتضیٰ نے کتاب علی کے ہاتھ سے لی اور ٹاپک پڑھ کر بولا۔

''تمہارا ہے۔''

''لیں میں کوئی نالائق بچہ ہوں جو اپنا کام آپ سے کرواؤں گا۔'' علی نے برا مانتے ہوئے کہا تو مرتضیٰ مسکرا دیا۔

''کرن پین دو۔'' علی کے کہنے پر مرتضیٰ کو اس کی موجودگی کا علم ہوا تو کئی بل مرتضیٰ کی پیشانی پر نمودار ہوئے۔ ابھی مرتضیٰ نے لکھنا شروع کیا تھا کہ رمشا آ گئی۔

''کیسے ہو علی۔'' علی نے مسکرا کر اسے ہیلو کیا پھر کرن کی طرف منہ کر کے بڑبڑانے لگا۔

''اس مصیبت کو بھی ابھی نازل ہونا تھا۔'' تو کرن نے حیرت سے علی کو دیکھا۔

''ارے مرتضیٰ تم ابھی تیار نہیں ہوئے ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔'' رمشا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا تو مرتضیٰ نے پین اور رجسٹر وہی رکھ دیا۔

''تم بیٹھو میں ابھی دس منٹ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔'' مرتضیٰ نے اپنا کوٹ اٹھا کر کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔

''اور علی کیا ہو رہا ہے؟'' مرتضیٰ کے جانے کے بعد رمشا نے علی سے پوچھا جو اتنی دیر سے عجیب سی شکلیں بنا رہا تھا۔ ایک دم سیدھا ہو گیا۔

''بس یونیورسٹی سے گھر یا دوستوں کی طرف کبھی کبھی چلا جاتا ہوں۔''

''اچھا......'' اس نے مسکرا کہا تو اس کی نظر

ن پر پڑی۔
''ہو از شی؟'' رمشا کے پوچھنے پر علی نے کرن کا ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے قریب کیا۔ ''یہ ہماری بہت پیاری سی بہن ہے۔'' علی کے تعارف کروانے پر کرن نے سکھ کا سانس اور رمشا کو سلام کیا تو وہ اس کے قریب آ گئی۔
''شی از ریئلی سو سویٹ۔'' رمشا نے اس کے گال کو چومتے ہوئے کہا۔
''کونسی کلاس میں پڑھتی ہو؟''
''فورتھ ایئر میں۔'' کرن نے کہا تو وہ گھڑی دیکھ کر بولی۔
''مرتضیٰ نے بہت دیر کر دی ہے۔ انکل آنٹی گھر پر نہیں؟'' رمشا نے علی سے پوچھا۔
''نہیں وہ ایک شادی پر گئے ہیں۔''
''اچھا میں ذرا مرتضیٰ کو دیکھو اس کا روم اوپر رائٹ سائیڈ پر ہے نا۔'' رمشا نے علی سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
رمشا کے جانے کے بعد علی نے کشن اٹھا کر دوسرے صوفے پر پٹخ دیا۔ اسے رمشا ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی خاص طور پر مرتضیٰ بھائی کے ساتھ اس کی دوستی ماڈرن ہونا اور بات ہے لیکن اس کے ہر انداز سے بے باکی جھلکتی تھی۔
''پتہ نہیں بھائی کو اس میں کیا نظر آتا ہے؟'' علی نے غصے اور افسوس سے سوچا۔
''یہ کتنی پیاری ہے نا۔'' کرن کے تبصرے نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ علی نے کھا جانے والی نظروں سے کرن کو دیکھا۔
''تمہیں کب عقل آئے گی؟'' علی کی بات پر کرن نے حیرت سے اس کے غصے کو دیکھا۔
''بھائی میں نے تو صرف ان کی تعریف کی ہے آپ کو غصہ کیوں آ رہا ہے؟'' کرن نے روہانسی ہو کر کہا تو علی کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔
''یا اللہ اس لڑکی کو تھوڑی سی عقل اور چالاکی دے دے۔'' علی نے سر اٹھا کر دعا کی پھر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔
''تمہارا کچھ نہیں بن سکتا۔'' علی کے کہنے پر وہ غصے سے اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔ اس کو غصے میں دیکھ کر علی مسکرا دیا۔
''بے وقوف جس کی تم تعریف کر رہی ہو خیر سے یہ تمہارے شوہر نامدار کی دوست ہیں اور ان پر ضرورت سے کچھ زیادہ حق جتاتی ہیں اور یہ تمہارے حق میں اچھا نہیں۔'' علی کی بات پر ایک منٹ کے لیے اس کا دل دھڑکا۔ لیکن پھر سر جھٹک دیا۔

شاور لینے کے بعد مرتضیٰ نے ڈریس سلیکٹ کیا ابھی وہ شرٹ پہننے والا تھا جب کوئی کمرے میں داخل ہوا۔ اندر آنے والی رمشا تھی۔ مرتضیٰ نے جلدی سے اپنا رخ موڑ لیا اور شرٹ کے بٹن بند کر کے رمشا کی طرف مڑا۔
''رمشا تمہیں ناک کر کے آنا چاہیے تھا۔'' اس نے ناگواری سے کہا۔ اس کے کہنے پر رمشا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔
''کم ان مرتضیٰ تم ایسے بی ہیو کر رہے جیسے تم کوئی لڑکی ہو۔''
''مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا کہ کوئی اس طرح کمرے میں آئے۔ نیکسٹ ٹائم ناک کر کے آنا۔'' مرتضیٰ کے دوٹوک انداز پر رمشا چپ کی چپ رہ گئی۔ مرتضیٰ نے بیڈ سے ٹائی اٹھائی اور شیشے کے آگے کھڑا ہو کر باندھنے لگا۔ رمشا مسلسل اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
وہ واقعی بہت شاندار تھا چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد۔ شاندار جسامت، کالی بڑی بڑی آنکھیں جو ان میں دیکھتا تھا انھیں میں ڈوب جاتا تھا۔ ستواں ناک، خوبصورت سمائل صاف رنگ، بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھا۔ رمشا نے رشک سے اس کے شاندار سراپے کو دیکھا۔ وہ اپنے بارے میں ہمیشہ سے یہی سنتی آ رہی تھی وہ بہت خوبصورت

ے اس چیز نے اسے خود پسند بنا دیا تھا۔ کئی لوگ اس کے دیوانے تھے۔ لیکن اسے صرف مرتضیٰ پسند تھا وہ ہر لحاظ سے اس کا آئیڈیل تھا خوبصورت بھی امیر بھی۔ وہ اور مرتضیٰ کافی سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے تھے اور مستقبل میں بھی اسے امید تھی کہ مرتضیٰ اسے ہی اپنائے گا لیکن مرتضیٰ نے کبھی اس کی خوبصورتی کی تعریف نہ کی تھی۔

مرتضیٰ اب اس کی ضد بن گیا تھا۔ وہ کسی قیمت پر اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی طرف اتنی غور سے دیکھنے پر مرتضیٰ مسکرا دیا۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟“

”دیکھ رہی ہوں تم نے باڈی بہت اچھی بنا رکھی ہے۔“ رمشا کی بات پر ایک ناگوار سا احساس مرتضیٰ کے چہرے پر آیا لیکن اس نے جلد ہی اس پر قابو پا لیا۔ اسے رمشا کا اس طرح کمرے میں آنا اور پھر اس کا اس طرح دیکھنا اچھا نہیں لگا تھا۔ آج پہلی بار اسے رمشا کی بے باکی بری لگی تھی۔ ورنہ رمشا کی بولڈنیس اسے پسند تھی۔

”چلو دیر ہو رہی ہے۔“ مرتضیٰ نے کوٹ پکڑتے ہوئے کہا تو رمشا بھی اٹھ گئی۔

”ارے سب کہاں گئے؟“ لاؤنج کو خالی دیکھ کر مرتضیٰ نے کہا۔

”پروین۔“ مرتضیٰ کے آواز دینے پر پروین کچن سے نکلی۔

”علی کہاں گیا ہے؟“

”جی وہ کرن جی کو چھوڑنے گئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے ہم باہر جا رہے ہیں۔“ مرتضیٰ نے اپنے جانے کی اطلاع دی اور باہر قدم بڑھا دیے۔

”میں ملی ہوں تمہاری کزن سے بہت خوبصورت ہے اور انوسینٹ بھی۔ علی کے ساتھ کھڑی بہت اچھی لگ رہی تھی۔“ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے رمشا نے کہا۔

رمشا کی بات پر مرتضیٰ کا گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوا ہاتھ ایک پل کے لیے رکا پھر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

”مرتضیٰ اب تمہیں سنجیدگی سے کچھ سوچنا ہوگا۔ پاپا میری شادی پر زور دے رہے ہیں۔ میں کب تک انہیں ٹالوں۔ تمہارا اپنی بیوی ایسا ہے مجھے سمجھ نہیں آتی تم کیا چاہتے ہو؟ کبھی لگتا ہے تم مجھے پسند کرتے ہو کبھی لگتا ہے یہ جسٹ فرینڈشپ ہے۔ اب تم اس تعلق کو کوئی نام دے ہی دو تو اچھا ہے۔“ رمشا نے مرتضیٰ کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموش رہا۔

جب گاڑی رمشا کے گھر کے آگے رکی تو رمشا اتر گئی۔ لیکن پھر پلٹ کر مرتضیٰ کی طرف آ گئی۔

”مرتضیٰ میں تمہاری خاموشی کو کیا سمجھوں؟“ رمشا نے مرتضیٰ کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

”مجھے تھوڑا ٹائم دو میں ڈیڈی سے بات کرتا ہوں۔“ رمشا کچھ دیر مرتضیٰ کو دیکھتی رہی۔

”کہیں ایسا تو نہیں تم اپنی بیوی کو پسند کرنے لگے ہو؟“

”ایسی کوئی بات نہیں اگر ایسا ہوتا تو تم میرے ساتھ نہ ہوتیں تم جانتی ہو میں دھوکا نہ دیتا ہوں اور نہ پسند کرتا ہوں۔“ مرتضیٰ نے ناگواری سے کہا تو رمشا گاڑی سے پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ مرتضیٰ نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

جب وہ گھر پہنچا سب سو چکے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں آ گیا اور کافی دیر تک بے مقصد پر بیٹھا رہا۔ رمشا کی باتوں نے اسے ڈسٹرب کر دیا تھا۔ وہ رمشا کو پسند کرتا تھا۔ ان دونوں کے درمیان انڈرسٹینڈنگ تھی۔ لیکن پتہ نہیں کیا بات تھی جواب تک وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ وہ اس پسندیدگی کو محبت کا نام نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن

اسے شادی تو کرنی تھی۔ کرن ...... اس کا خیال آتے ہی اس کو غصہ آنا شروع ہو جاتا تھا۔ اس نے آج تک اسے غور سے دیکھا ہی نہ تھا۔

مرتضیٰ نے کوٹ اتار کر غصے سے بیڈ پر دے مارا وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا۔ وہ صبح سے رمشا سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اس سے بات کرنے کو تیار نہ تھی۔ وہ کپڑے چینج کیے بغیر لیٹ گیا۔

کچھ دیر لیٹنے کے بعد اس نے شاور لیا اور کپڑے چینج کر کے نیچے آ گیا۔ ٹی وی لاؤنج میں اس وقت کوئی نہ تھا۔

''پروین پانی کا گلاس دینا۔'' مرتضیٰ کی آواز پر کچن میں کھڑی کرن نے باہر کی طرف دیکھا۔ پروین کچن میں نہیں تھی۔ اس نے گلاس میں پانی ڈالا اور باہر لے آئی۔ وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

''پانی......'' اسکی آواز پر مرتضیٰ نے اس کی دیکھا تو غصے کا ایک طوفان اس کے اندر مچلنے لگا۔ اس نے گلاس اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔ کرن ڈر کر دیوار کے ساتھ جا لگی۔

''تم ...... تمھیں کس نے کہا پانی لاؤ۔ تم میرے سامنے مت آیا کرو۔ ورنہ میں کسی دن کچھ کر ڈالوں گا۔'' مرتضیٰ نے غصے سے دونوں ہاتھوں کو مٹھیوں کی صورت میں بھینچ لیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ وہ واقعی اس کا گلہ دبا دے۔

''مرتضیٰ کیا ہوا؟'' شاہدہ نے حیرانی سے مرتضیٰ کو دیکھا وہ بھی آواز سن کر باہر آئیں تھیں۔ پھر ان کی نظر روتی ہوئی کرن پر پڑی۔

''ارے کرن کیا ہوا؟'' شاہدہ پریشانی سے اس کی طرف آئیں۔ مرتضیٰ نے ایک نظر کرن پر ڈالی اور باہر نکلنے لگا کہ اس کی نظر دروازے میں کھڑے جمال احمد پر پڑی جو شاک کی کیفیت میں کھڑے تھے۔ ایک لمحے کے لیے مرتضیٰ کے چہرے کا رنگ بدلا اور دوسرے ہی پل وہ باہر نکل گیا۔

باہر کوئی مسلسل بیل کر رہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ اور جلدی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔ لیکن اتنی دیر میں تہمینہ دروازہ کھول چکی تھی۔

''ارے احد بیٹا خیریت؟'' تہمینہ نے رات کے دو بجے احد کو دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا۔

''آنٹی آپ میرے ساتھ چلیں ڈیڈی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' اس کی آنکھیں بالکل سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ کافی ضبط سے کام لے رہا تھا۔

احد کی بات سن کر کرن اور تہمینہ دونوں پریشان ہو گئے اور اسی حالت میں اس کے ساتھ چل پڑے۔

وہ سیدھا جمال احمد کے کمرے میں آ گئے۔ جمال احمد کی آنکھیں بند تھیں۔ لیکن ان کا رنگ کافی پیلا ہو چکا تھا۔ علی اور آنٹی ان کے قریب بیٹھے تھے۔ دونوں کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ شاید وہ لوگ روتے رہے تھے۔ تہمینہ کو دیکھ کر شاہدہ اس کے گلے لگ گئی۔

''بھابی حوصلہ کریں بھائی صاحب کو کچھ نہیں ہو گا۔'' تہمینہ نے شاہدہ کو تسلی دیتے ہوئے۔

''پتہ نہیں کل تو ٹھیک تھے شام کو بیٹھے بیٹھے ہی بیہوش ہو گئے۔'' شاہدہ نے پھر رونا شروع کر دیا۔

''مما پلیز چپ کر جائیں ڈیڈی سو رہے ہیں۔'' احد نے ہلکی سی آواز میں ماں سے کہا۔

''چلیں باہر چلتے ہیں۔'' وہ سب باہر نکلنے لگے تو جمال احمد نے آنکھیں کھول دیں۔

''کرن تم میری بات سنو۔'' نقاہت ان کی آواز سے ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ سب بھی رک گئے لیکن جمال احمد نے ان سب کو باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ سب باہر نکل آئے۔

کرن ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر انھوں نے اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیئے۔

"بیٹا مجھے معاف کر دو۔" کرن نے تڑپ کر ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"میں تمھارا گنہگار ہوں۔ میں نے انجانے میں تمھارے ساتھ زیادتی کر دی۔ میں تو تمھیں خوشیاں دینا چاہتا تھا۔ مجھے مرتضیٰ پر بڑا مان تھا لیکن اس نے میرا مان توڑ دیا۔ مجھے شرمندہ کروا دیا۔ میں صغیر کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ اس کی بیٹی کے ساتھ میں نے کیا کیا۔" آنسو ان کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔ کرن نے اپنا سر ان کے سینے پر رکھ دیا۔ آنسو قطرہ قطرہ اس کی آنکھوں سے نکل کر ان کی قمیض میں جذب ہونے لگے۔

"انکل میں نے ایک بار اپنا باپ کھو دیا ہے لیکن دوسری بار میں کھونا نہیں چاہتی۔ آپ نے میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ یہ سب میری قسمت میں لکھا تھا۔ آپ خود کو قصوروار نہیں کہہ سکتے۔" پھر وہ سر اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"انکل مرتضیٰ کے رویے سے مجھے اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی آپ کو اس حالت میں دیکھ کر ہو رہی ہے۔ اگر مرتضیٰ کا حوالہ میرے ساتھ نہ رہے کیا میرا آپ کا رشتہ ختم ہو جائے گا؟" کرن کے پوچھنے پر جمال احمد نے بے ساختہ اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"کرن تم تو مجھے مرتضیٰ سے زیادہ پیاری ہو، بیٹیاں تو اپنے باپ کی جان ہوتی ہیں۔ اس لیے تو تمھاری تکلیف مجھے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ تمھارا میرا رشتہ کسی نام کا محتاج نہیں۔ تم میری بیٹی ہو اور ہمیشہ رہو گی۔"

"تو بس ٹھیک ہے آپ کو اگر مجھ سے پیار ہے تو جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔"

"کرن جو غلطی میں نے یہ رشتہ جوڑ کر کی ہے تم اسے بھول جاؤ۔ تم یہ بھول جاؤ تمھارا مرتضیٰ سے کوئی رشتہ ہے۔ مجھ پر بھروسہ رکھو۔ تمھاری زندگی میں ساری خوشیاں میں لے کر آؤں گا۔" جمال احمد نے کرن کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ وہ آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں سب بھول جاؤں گی انکل بس آپ ٹھیک ہو جائیں۔" اس کی بات پر وہ مسکرا دیئے۔

"چلو اب مجھے ہنس کر دکھاؤ۔" ان کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ آرام کریں پھر ملاقات ہوگی۔" وہ ان کو پیار کر کے نکل آئی۔

جب وہ لاؤنج میں آئی سب پریشان بیٹھے تھے۔ تو ان کو تسلی کے لیے اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجالی۔

"آنٹی آپ ایسے ہی پریشان ہو رہی تھیں۔ انکل بالکل ٹھیک ہیں آپ کو تنگ کر رہے تھے۔" شاہدہ نے گہری نظروں سے اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔

گھر آ کر وہ کتنی دیر تک لیٹی چھت کو گھورتی رہی۔ وہ کہنے کو تو انکل سے کہہ آئی تھی لیکن اس رشتے کو بھول جانا کتنا مشکل تھا وہ ہی جانتی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پہنی اس انگوٹھی کو دیکھا۔

"انکل میں آپ کو کیسے بتاؤں اس نام کو بھلانا کتنا مشکل ہے۔"

فجر کی اذان پر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو کتنی دیر تک اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ کیا مانگے۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

"کیوں اللہ میاں میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اگر مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے تو مجھ معاف کر دیں۔ مرتضیٰ کو میری زندگی میں آپ نے شامل کیا تھا۔ اس رشتے کے ساتھ جس کا مجھے احساس بھی نہ تھا۔ میں زندگی میں داخل ہونے والا وہ پہلا شخص تھا۔ میرے دل پر پہلا نام اس کا لکھا گیا۔ پلیز اللہ میاں اس شخص کے دل میں

میری محبت ڈال دیں یا مجھے اتنی ہمت دیں کہ میں اسے بھول سکوں۔ پلیز اللہ میاں میں اس شخص کی محبت مانگ رہی ہوں جو میرا محرم ہے۔ جس کی محبت میرے لیے جائز ہے۔ اس رشتے سے میرے کئی رشتے جڑے ہیں۔ جنھیں میں کھونا نہیں چاہتی۔ آپ میرے لیے وہ کریں جو میرے حق میں بہتر ہو۔'' اس نے اپنا سر سجدے میں گرا لیا۔

''کرن اٹھو بیٹا آٹھ بج گئے ہیں علی بھی کب سے بیٹھا ہوا ہے۔'' تہمینہ کے جگانے پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''علی بھائی آئے ہیں سب ٹھیک تو ہے۔'' اس نے پریشانی سے پوچھا۔

''ہاں سب ٹھیک ہے تم نے کالج نہیں جانا تمھیں لینے آیا ہے۔'' ان کی بات پر وہ ریلیکس ہو کر بیٹھ گئی۔

''آپ چلیں میں آتی ہوں۔'' وہ کاہلی سے اٹھی۔ فریش ہونے کے بعد جب وہ باہر آئی تو علی آرام سے بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس کو یوں گھر والے حلیے میں دیکھ کر حیران ہو کر بولا۔

''تمھیں کالج نہیں جانا؟'' اس نے سر نفی میں ہلایا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''تمھاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' علی نے اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر پوچھا۔

''بالکل ٹھیک ہوں رات کو دیر سے سوئی تھی۔'' اس لیے وہ علی کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔

''کالج کیوں نہیں جانا؟''

''پیپرز قریب آ گئے ہیں اس لیے اب ہم فری ہیں۔''

''انکل کیسے ہیں؟''

''اب کافی بہتر ہیں چلتا ہوں۔''

''او کے آنٹی میں جا رہا ہوں۔'' علی نے اونچی آواز میں تہمینہ سے کہا۔

علی کے جانے کے بعد وہ کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔ دو بجے کے قریب وہ جمال احمد کے گھر گئی۔ سب سے پہلے اس کی نظر احد بھائی اور علی بھائی پر پڑی۔ جو بڑے ریلیکس موڈ میں بیٹھے ریسلنگ دیکھ رہے تھے۔

''واہ بھئی یہاں تو مزے ہو رہے ہیں۔''

کرن کی آواز پر دونوں نے اس کی طرف دیکھا تو سب سے پہلے علی دوڑ کر اس کی طرف آیا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی چاولوں کی ڈش لے لی۔

''آہا جیتی رہو سدا سہاگن رہو ہم کب سے بھوکے بیٹھے تھے۔'' علی نے کرن کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ احد نے پیچھے سے آ کر ڈش علی کے ہاتھوں سے لے لی۔

''بھائی پہلے میں لوں گا۔''

''علی میں بڑا ہوں پہلے میں لوں گا۔'' احد نے چاولوں میں سے بوٹی نکالتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے وہ چاولوں پر ٹوٹ پڑتے۔ کرن نے ڈش احد کے ہاتھوں سے لے لی۔

''پروین صبح سے نہیں آئی اور مما کی طبیعت خراب تھی ہم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔'' علی نے منہ بسور کر کہا تو اس کی ہنسی نکل گئی۔

سیڑھیوں سے اترتے مرتضیٰ نے حیرت سے ہنسی کی آواز سنی تو اس نے آواز کی جانب دیکھا جہاں کرن احد اور علی سے الجھ رہی تھی۔

کرن نے ڈش ٹیبل پر رکھی اور کچن سے پلیٹیں اور چمچ لے آئی۔ احد اور علی چاولوں پر ٹوٹ پڑے۔

مرتضیٰ کب سے کھڑا انھیں دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ وہ کیوں انھیں دیکھ رہا تھا۔ وہ جب باہر جانے لگا تو پیچھے سے علی نے اسے آواز دی۔

''بھائی کھانا کھا لیں۔''

''مجھے بھوک نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تو بھوک کی وجہ سے پروین کو کوس رہے تھے۔'' علی نے سر جھٹک کر کہا۔

علی کی بات پر کرن نے دروازے کی طرف دیکھا۔

''بھوک تو ہوگی لیکن میری موجودگی ان کے لیے تکلیف دہ ہے۔'' کرن سوچ کر رہ گئی۔

''قورمہ اپنے آخری مراحل پر تھا۔ اس نے آنچ دھیمی کر دی اور باہر آگئی۔

''نیند سے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ کل رات بھی وہ تین گھنٹے سوئی تھی اور اب صبح سے مصروف تھی۔ ابھی اس نے انکل اور آنٹی کو سوپ بنا کر دیا تھا۔ احد اور علی اس کا آدھا دماغ چاٹ چکے تھے اس نے بڑی مشکلوں سے انھیں باہر بھیجا تھا۔

اچانک لائٹ چلی گئی تو اس نے چونک کر دیکھا وہ صوفے کے قریب کھڑی تھی وہیں بیٹھ گئی۔ خاموشی اور اندھیرے کی وجہ سے نیند پوری طرح سے اس پر حاوی ہونے لگی تھی۔ اس نے سوچا پانچ منٹ آنکھیں بند کر لیتی ہوں پھر سالن دیکھتی ہوں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگا لیا۔ کب اس کی آنکھ لگی۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا ہر طرف اندھیرا تھا۔ شاید لائٹ چلی گئی تھی۔ وہ سیدھا اندر آگیا۔ اندر ہر چیز اندھیرے میں ڈوبی تھی۔ اس نے اندازے سے کوٹ صوفے پر پھینکا اور گرنے والے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ کوئی نرم سی چیز اس کے ہاتھ سے ٹکرائی۔ پکڑنے پر پتہ چلا وہ ہاتھ تھا۔ وہ ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کینڈل لاتا اک دم سے کمرہ روشنیوں میں نہا گیا۔ جونہی اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت ہوگیا۔ وہ کرن تھی۔ وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ وہ اس کو محسوس کر سکتا تھا۔ اس نے پہلی بار اسے اتنی قریب سے دیکھا۔ کمرے کی روشنی سے زیادہ اسے اس کے چہرے کی روشنی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے حسن کی کرنیں آہستہ آہستہ اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں۔

اس کی آنکھیں بند تھیں لیکن اپنی بند آنکھوں سے اس نے اسے فتح کر لیا تھا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا سوئی عورت بہت پرکشش ہوتی ہے۔ ایک بند کتاب کی طرح۔ آج وہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے صرف کتاب کا سرورق ہی دیکھا تھا۔ کتاب کو تو ابھی اس نے پڑھا ہی نہیں تھا۔ وہ کوشش کے باوجود اپنی نظریں اس پر سے نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ صرف ایک لمحے کا کھیل تھا اور اس ایک لمحے میں وہ سب ہار گیا تھا۔ اس کا ہاتھ اب تک مرتضٰی کے ہاتھ میں تھا۔

''ارے بچو کہاں ہو تم لوگ؟'' شاہدہ کی آواز پر وہ حال میں لوٹ آیا۔ لیکن کوشش کے باوجود وہ اٹھ نہیں پا رہا تھا۔ اس نے کرن کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ قدموں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ وہاں سے اٹھنے کے لیے اسے اپنی پوری توانائی صرف کرنی پڑی تھی۔ وہ جلدی سے چلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ جلد سے جلد اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا۔

''ارے مرتضٰی۔'' شاہدہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر ایک دم چونک گئیں۔

''بیٹا تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' انھوں نے مرتضٰی کا ماتھا چھوا۔

''جی مما میں ٹھیک ہوں ابھی آتا ہوں۔''

وہ جلدی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

کمرے میں آ کر وہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ اسے اپنی کیفیت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ آج سے پہلے اس کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ لڑکیاں اس کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھیں۔ وہ کو ایجوکیشن میں ہمیشہ پڑھا تھا۔ کئی لڑکیوں سے اس کی دوستی رہی۔ رمشا اس کے اتنی قریب تھی وہ بہت خوبصورت تھی۔ لیکن اس نے کبھی اس کے لیے یہ

سب محسوس نہیں کیا تھا جو وہ کرن کے لیے محسوس کر رہا تھا۔

''نہیں یہ صرف ایک کمزور لمحہ تھا بس۔ مجھے کیسے محبت ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی کرن سے۔ میں تو اسے ناپسند کرتا ہوں۔'' مرتضیٰ نے کمرے میں چکر لگاتے ہوئے خود کو باور کروایا۔

''ارے کرن کیا ہوا' طبیعت ٹھیک ہے؟''

اسے یوں لیٹا دیکھ کر شاہدہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولیں۔ نیند کا غلبہ اس قدر تھا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کوئی اسے نہ جگائے اور وہ سوئی رہے۔ لیکن اسے اٹھنا تو تھا۔ اس نے زبردستی اپنی آنکھیں کھولیں۔ تبھی اسے یاد آیا کہ قومہ تو وہ چولھے پر رکھ آئی۔ ہے اس کی نیند ایک دم اڑ گئی۔ وہ بھاگ کر کچن میں آئی اور جلدی سے کڑاہی کا ڈھکن اٹھایا۔ لیکن وہ بالکل ٹھیک تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے شاہدہ بھی کچن میں آ گئیں۔ وہ رائتہ بنانے کے لیے دہی پھینٹنے لگی۔ شاہدہ نے اسے روک دیا۔

''بیٹا ہماری وجہ سے تمھیں اتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ صبح سے تم کام میں لگی ہو۔''

''آنٹی آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں میں آپ کی بیٹی نہیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تو میں آپ کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی۔'' کرن کی بات پر شاہدہ نے بے اختیار اس کا منہ چوم لیا۔

''جاؤ منہ دھو آؤ آنکھیں دیکھو کیسے بند ہو رہی ہیں۔''

''بس آنٹی اب میں گھر جا رہی ہوں اور جا کر سوؤں گی۔''

''نہیں ایسے تھوڑا ہی تم چلی جاؤ گی۔ اب کھانا کھا کر جانا۔'' شاہدہ نے زبردستی اسے واش روم کی طرف بھیجا۔

وہ کافی دیر تک منہ پہ پانی ڈالتی رہی تا کہ نیند بھاگ جائے۔ ٹاول سے منہ صاف کرنے کے بعد اس نے اپنا چہرہ شیشے میں دیکھا تو اپنا چہرہ خود اسے بہت اچھا لگا تو اس نے مسکرا کر خود اپنے سر پر چپت لگائی۔

''آہا کھانا بن گیا۔'' علی نے اندر آ کر بچوں کے انداز میں کہا تو شاہدہ مسکرا دی۔

''مما یہ پروین کی بچی کا کچھ کریں جب اس کی ضرورت ہے چھٹی کر جاتی ہے۔'' احد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''علی جاؤ مرتضیٰ کو بلا لاؤ۔'' شاہدہ نے علی سے کہا۔

اس سے پہلے کہ علی اسے بلانے جاتا وہ خود ہی نیچے آ گیا اور کرن کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ کرن کا خیال تھا دوپہر کی طرح اب بھی وہ کھانے کو انکار کر دے گا۔ لیکن اسے بیٹھتا دیکھ کر اسے کافی حیرت ہوئی۔

جمال احمد نے ایک نظر سامنے دیکھا جہاں کرن اور مرتضیٰ آمنے سامنے تھے اور علی' شاہدہ اور وہ خود ایک مکمل فیملی تک رہی تھی' یہی تو ان کا خواب تھا۔ لیکن اب انھیں پتہ چل گیا تھا۔ اس کی تعبیر شاید ممکن نہیں۔

''یا اللہ تو رحیم ہے جو تو چاہے تو میرا یہ خواب میری خواہش پوری کر سکتا ہے۔ ان دونوں کو ایک کر دے۔''

''جمال یہ لیں آج کھانا کرن نے بنایا ہے۔'' شاہدہ کی آواز پر وہ حال میں لوٹ آئے اور نظریں ان دونوں پر سے ہٹا لیں۔

''بیٹا تم بھی لو......'' شاہدہ نے مرتضیٰ کی طرف دیکھ کر کہا تو اس نے اپنا ہاتھ سالن کی طرف بڑھا دیا۔ کھانے کے دوران انکل' آنٹی مسلسل کھانے کی تعریف کرتے رہے اور وہ مسکرا کر دیکھتی رہی۔

علی کی بات پر وہ مسکرائی تو بالکل اچانک اس کی نظر سامنے پڑی تو مرتضیٰ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے دوبارہ اپنی توجہ کھانے پر

منہ دل کر دی۔ اسے کچھ عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے انکل کی طرف دیکھا جو احد سے اور علی سے کوئی بات کر رہے تھے۔ آنٹی ان کی طرف متوجہ تھی تو اس نے سامنے دیکھا۔ مرتضیٰ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اب اس کی آنکھوں میں واضح طور پر حیرت اتر آئی تھی۔ نظریں ملنے پر اس کا دل پوری رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔ اس نے جلدی سے پانی کا گلاس لبوں سے لگا لیا۔ کہاں تو مرتضیٰ ایک نظر اسے دیکھنا گوارا نہیں کرتا اور کہاں مسلسل پندرہ منٹ سے وہ اس کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی۔ اس سے کھانا کھانا مشکل ہو گیا تھا۔ پھر جتنی دیر وہ وہاں رہی اس نے سر دوبارہ نہیں اٹھایا۔

جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اس نے جانے کی جلدی مچا دی۔

''کرن تھوڑی دیر تو بیٹھو ابھی آئس کریم منگواتا ہوں۔'' جمال احمد نے کہا وہ جانتے تھے اس آئس کریم بہت پسند ہے۔

''نہیں انکل اب مجھے گھر جانا ہے۔'' اس کا انداز دیکھ کر جمال احمد بھی چپ کر گئے۔

''احد جاؤ کرن کو چھوڑ آؤ۔'' تو وہ بغیر ادھر ادھر دیکھے باہر نکل آئی۔

گھر آ کر وہ سیدھی کمرے میں آ گی۔ کچھ دیر وہ بے مقصد کھڑی رہی۔ پھر کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔ تہمینہ نے اندر جھانک کر دیکھا لیکن اسے کتابوں کے ساتھ مصروف دیکھ کر واپس چلی گئیں۔

وہ کافی دیر تک کتابوں کو گھورتی رہی لیکن کوئی چیز اس کو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس نے جھنجلا کر کتابیں بند کر دیں اور لائٹ آف کر کے لیٹ گئی۔ آج مرتضیٰ کی آنکھوں میں اس نے کیا محسوس کیا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ لیکن کچھ تھا کیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

غصہ...... نہیں...... نفرت...... نہیں......'' وہ خود ہی سوال جواب کرنے لگی۔

''محبت...... نہیں۔'' وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''لیکن ایسا ہو بھی تو سکتا ہے۔'' اس نے اندر سے آواز آ گئی تو وہ پھر لیٹ گئی۔

''پلیز اللہ میاں میں بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا ہے۔ کوئی ایسی چیز جو میری نہیں مجھے اس کے وہم میں جتلا نہ کر۔'' وہ کافی دیر تک اللہ سے دعا کرتی رہی۔ پھر کب اسے نیند آئی اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

اسے سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے ہوئے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا لیکن بے چینی تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ جتنا اس چہرے کو جھٹکنا چاہ رہا تھا وہ بار بار اس کے سامنے آ رہا تھا۔ اس نے تھک آ کر گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی اور آنکھیں بند کر کے سر سیٹ کی بیک سے لگا لیا۔ آنکھیں بند کرتے ہی وہ بند آنکھیں وہ چہرہ پھر نظر آنے لگا۔ اس کی آنکھیں کھول کر باہر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ تو دو آنکھیں پھر نظریں آنے لگیں جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ نیند کے احساس سے بوجھل آنکھیں جنھوں نے ان آنکھوں کو مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔ اسے کھانے کی طلب نہیں تھی لیکن پتہ نہیں کیا چیز اسے وہاں کھینچ کر لے گئی تھی۔

کھانے کے دوران اس نے بہت کوشش کی وہ اسے نہ دیکھے لیکن اس کی نظریں بار بار بھٹک کر اسکے چہرے پر جا ٹھہر لی تھیں۔ اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ شاید اس کے دیکھنے کا اثر تھا کہ اس نے نظر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ بند آنکھوں کو بھول نہیں پایا تھا کہ اس نے کھلی آنکھوں کا جادو کر دیا۔ اس نے تھک کر اپنا سر سٹیئرنگ پر گرا

دیا۔

"یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے اپنا سر سٹیئرنگ پر زور سے مارا۔ تبھی اس کے موبائل کی بپ بجی۔ اسکرین پر گھر کا نمبر تھا۔ بٹن آن کرتے ہی شاہدہ کی آواز سنائی دی۔

"مرتضٰی بیٹا کہاں ہو تم ہم سب پریشان ہو رہے ہیں۔"

"بس مما میں گھر ہی آ رہا ہوں۔" اس نے اگلی بات سنے بغیر فون بند کر دیا اور گاڑی گھر کی طرف موڑ لی۔

آج تقریباً تین دن ہو گئے تھے اس کی ویسی ہی کیفیت تھی۔ ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ آفس کے کام کے سلسلے میں اسے دو ہفتوں کے لیے امریکہ جانا تھا۔ پہلے اس نے انکار کر دیا تھا لیکن کل وہ فارم سائن کر آیا تھا۔ آج اس کی فلائٹ تھی۔ وہ یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا یہ محض ایک کیفیت ہے یا واقعی وہ کرن کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔

شاہدہ نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ پیکنگ کر رہا تھا۔

"بیٹا اتنی اچانک تمہارا پروگرام کیسے بن گیا؟" شاہدہ اس کے اچانک جانے پر حیران تھیں۔

"مما آفس کا کام ہے دو ہفتوں تک آ جاؤں گا۔" اس کی بات پر شاہدہ نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"مرتضٰی کہیں تم ڈیڈی سے ناراض ہو کر تو نہیں جا رہے۔" شاہدہ نے پریشانی سے کہا کیونکہ وہ دیکھ رہی تھیں۔ جمال احمد مرتضٰی سے بات نہیں کر رہے تھے۔

"نہیں مما ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے ایک نظر ماں کے پریشان چہرے کو دیکھا تو انھیں ساتھ لگا لیا۔

"مما پریشانی کی کوئی بات نہیں، سب ٹھیک ہے۔" اس نے بیگ کی زپ بند کر کے اس کو اٹھا لیا۔

"اچھا چلتا ہوں۔" شاہدہ نے گلے لگ کے اس نے کہا۔

"سدا سلامت رہو۔" انھوں نے اس کی پیشانی چوم لی تو وہ باہر نکل آیا۔ احد نے اس سے بیگ لے لیا وہ ہی اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جا رہا تھا۔

"تم چلو میں ڈیڈی سے مل لوں۔" مرتضٰی کہہ کر جمال احمد کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس دن کے واقعہ کے بعد جمال احمد نے مرتضٰی کی بہت کوشش کے باوجود اس سے بات نہیں کی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو جمال احمد لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔

"ڈیڈی میں جا رہا ہوں جلد ہی آ جاؤں گا۔" وہ کچھ دیر کھڑا انھیں دیکھتا رہا لیکن جمال احمد نے آنکھیں نہیں کھولیں تو اس نے افسردگی سے سر جھکا لیا۔

"اچھا ڈیڈی چلتا ہوں اپنا خیال رکھیے گا۔" یہ کہہ کر وہ مڑ گیا۔

اسے امریکہ آئے ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ لیکن وہ بے چینی مسلسل اپنی جگہ تھی۔ وہ جو سمجھتا تھا کہ دور جانے سے وہ بھول جائے گا تو یہ محض اس کی غلط فہمی تھی۔ یہاں وہ اور زیادہ یاد آنے لگی تھی۔ کبھی وہ بند آنکھیں تو کبھی کھلی آنکھیں پھر وہ ہنسی وہ ایک نظر سے نکلتا تو دوسرا سامنے آ جاتا۔ مسلسل سوچنے سے اس کی صحت خراب ہونے لگی تھی۔ جب وہ یہاں آیا تھا اس کا کھانا نا ہونے کے برابر ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے تھے۔

آج صبح سے موسم کافی سرد تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر باہر دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھ اس کے آفس کے دو کولیگز بھی آئے تھے۔ وہ اس وقت شاپنگ کے لیے باہر گئے تھے۔ لیکن ان

کے بہت اصرار کے باوجود وہ ان کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ اس کا ذہن پھر بھٹک کر کرن کی طرف چلا گیا۔

اس نے سر جھٹک کر اس خیال سے پیچھا چھڑانا چاہا تو کسی آسیب کی طرح اس سے چمٹ گیا تھا۔ لیکن میں اس میں ناکام رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور وہی گھٹنوں کے بل کارپٹ پر بیٹھ گیا۔

"ڈیڈی میں نے آپ کو دکھ پہنچایا' آپ کا مان توڑا مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ دیکھیں ڈیڈی مجھے سزا مل رہی ہے۔" اس نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

"میں نے کرن کو دکھ دیا' اذیت دی' آج میں خود اس اذیت سے گزر رہا ہوں۔ مجھے آپ دونوں کا دل دکھانے کی سزا مل رہی ہے۔ جسے میں نفرت کرتا تھا۔ اس سے میں محبت کرنے لگا ہوں۔ کیوں...... کیوں؟" وہ چیخ اٹھا۔

"میں نفرت کرتا ہوں کرن...... نفرت سنا تم نے۔" وہ چیخ چیخ کر بولنے لگا۔ تبھی اس کے کانوں میں وہی ہنسی گونجی اسے لگا کرن اس پر ہنس رہی ہے۔ وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ لیکن اچانک اسے ہر چیز گھومتی محسوس ہونے لگی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

جب اسے ہوش آیا تو اظہر اور سہیل اس کے قریب بیٹھے بڑی تشویش سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"مرتضیٰ کیا ہوا تھا تمھیں؟" اظہر نے پوچھا تو خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"مرتضیٰ تم ٹھیک تو ہو؟" سہیل نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ چونک گیا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ سہیل پلیز میری کل کی سیٹ کنفرم کروا دو۔"

"لیکن یار ابھی دو دن اور ہیں۔" ساجد نے حیرت سے اسے کہا۔

"ہاں میں جانتا ہوں لیکن کام ختم ہو چکا ہے اور چھٹیاں منانے کا میرا کوئی موڈ نہیں۔" وہ اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ سہیل نے اظہر کو دیکھا تو اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

لاہور ایئرپورٹ پر اتر کر اس نے ٹیکسی لی۔ وہ جانتا تھا گھر پر سب اسے دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہی اس کے دل نے بے اختیار یہ خواہش کی کہ وہ کرن کو دیکھے۔

جب وہ گھر میں داخل ہوا۔ سارا لاؤنج خالی تھا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ احد اور علی کو اس وقت گھر ہونا چاہیے تھا۔ ابھی اس نے بیگ رکھا تھا۔ تبھی علی آ گیا اور اسے دیکھ کر چیخ پڑا۔

"بھائی آپ کب آئے؟" اور گلے لگ گیا۔ پھر علیحدہ ہو کر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"بھائی آپ کو کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" علی نے پریشانی سے مرتضیٰ کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" مرتضیٰ نے اس کے چہرے پر چپت لگائی۔

"مما اور ڈیڈی کہاں ہیں؟" تو علی نے ایک نظر بغور اسے دیکھا اور مما کو آواز دینے لگا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ارے مرتضیٰ بیٹا اچانک...... تم نے آنے کی اطلاع بھی نہیں اور نہ اتنی دیر فون کیا۔" شاہدہ وہیں سے شروع ہو گئیں تو وہ مسکرا کر کھڑا ہو گیا۔ شاہدہ جو اسے مزید ڈانٹنے کا اردہ رکھتی تھیں وہیں چپ کر گئیں۔

"کیا ہوا ہے تمھیں؟" شاہدہ نے مرتضیٰ کا چہرہ چھو کر کہا۔ جمال احمد کو دھچکا لگا وہ تو مرتضیٰ لگ ہی نہیں رہا تھا۔ اتنا کمزور اور پریشان حال انھیں اس کی حالت دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی تھی۔ وہ

بے اختیار اس کی طرف آ گئے۔

"مما میں بالکل ٹھیک ہوں صرف آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اور کوئی بات نہیں۔" اس نے روتی ہوئی ماں کو ساتھ لگا کر تسلی دی۔ لیکن وہ مسلسل پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ تو اچانک اس کی نظر سامنے کھڑے پریشان جمال احمد پر پڑی تو وہ آگے بڑھ کر ان کے گلے لگ گیا۔ ان کے گلے لگتے ہی اس کی آنکھوں میں پانی سا بھرنے لگا۔

"ڈیڈی مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کو ہرٹ کیا ہے؟" تو جمال صاحب نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ پھر الگ کرتے ہوئے بولے۔

"تمہیں ہوا کیا ہے؟"

"کچھ نہیں ڈیڈی وہاں میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔" اس نے نظریں جھکا کر کہا۔ شاہدہ نے دونوں باپ بیٹے کو نارمل انداز میں بات کرتے دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

"ارے بھائی۔" احد نے مرتضیٰ کو دیکھ کر دور سے ہی چلانا شروع کر دیا اور قریب آ کر حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا مرتضیٰ بول پڑا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں کچھ مت کہنا۔" تو احد چپ کر گیا۔

"تمہارے لیے کھانا لگاؤں؟' وہ سب کو ہیلو ہائے کر کے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے سر پر ڈیڈی کی ناراضگی کا بھی بوجھ تھا جو اس سے مل کر دور ہو گیا تھا۔ بہر حال جو بھی وہ کسی حد تک نارمل ہوا تھا۔

آج وہ جلدی آفس سے نکل آیا تھا۔ اس نے گاڑی رمشا کے گھر کی طرف موڑ لی۔ وہ کچھ وقت اچھا گزارنا چاہا تھا۔ اسے کے ملازم نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد اس نے رمشا کی حیرت میں ڈوبی آواز سنی۔

"آئی ایم سرپرائز مرتضیٰ۔ تم اور میرے گھر؟" رمشا نے اندر آتے ہی حیرت کا اظہار کیا۔ پھر اسے دیکھ کر ایک دم حیران ہو گئی۔

"مرتضیٰ تمہیں کیا ہوا؟" تو مرتضیٰ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ اس سوال سے بچنے کے لیے وہ یہاں آیا تھا اور وہی سوال یہاں بھی تھا۔

"کچھ نہیں تم سناؤ کیسی گزری چھٹیاں اس کے ساتھ رمشا نے بھی دو ہفتوں کی چھٹیاں لیں تھیں۔"

"بہت مزے میں دراصل میرا کزن آیا ہوا ہے کینیڈا سے اس کی کمپنی اتنے مزے کی ہے کہ میں بور ہی نہیں ہوئی۔" رمشا کی بات پر وہ مسکرا دیا۔

"تمہارا ٹور لگتا ہے اچھا نہیں رہا۔" رمشا نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

"ہاں کہہ سکتی ہو۔"

"کوئی خاص بات؟" رمشا نے مرتضیٰ سے پوچھا۔

"نہیں کوئی خاص نہیں چلتا ہوں۔" مرتضیٰ ایک دم کھڑا ہو گیا۔

"ارے بیٹھو تو میں نے کولڈ ڈرنک کے لیے کہا ہے۔" رمشا اس کے ایک دم کھڑے ہونے پر حیران ہو گئی۔

"نہیں پھر کبھی سہی اللہ حافظ۔" اس کے انداز پر رمشا نے حیرت سے اسے جاتا دیکھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے گاڑی گھر کی طرف موڑ لی۔ وہ سمجھ رہا تھا وہ شاید رمشا کو مس کر رہا ہے۔ لیکن رمشا کے پاس اسے زیادہ بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ آفس نہ گھر اس کا کہیں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی اس کیفیت کو جس میں وہ پچھلے تین ہفتوں میں مبتلا تھا۔ سمجھنے سے قاصر

تھا۔ وہ اس اذیت سے نجات چاہتا تھا۔

اچانک اس نے گاڑی روک دی۔ اس نے حیران ہو کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ اپنے ایریا میں تھا لیکن گاڑی کرن کے گھر کے آگے کھڑی تھی۔

وہ کتنی دیر تک باہر ایک کشمکش میں کھڑا رہا۔ ان لوگوں کو یہاں آئے سات ماہ ہو چکے تھے لیکن وہ کبھی بھی یہاں نہیں آیا تھا۔ پھر وہ ہمت کر کے اندر چلا آیا۔ اب اسے سمجھ نہیں آ رہی جانا کہاں ہے۔ تبھی ایک صاحب باہر آئے۔

"جی بیٹا کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

"جی وہ تہمینہ آنٹی سے......" اس نے جلدی سے کہا تو ان صاحب نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔ پھر سیڑھیوں کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"آپ اوپر چلے جائیں۔" تو وہ سیڑھیوں کی طرف آ گیا۔ جب وہ اوپر پہنچا تو دروازہ کھلا تھا۔ اس نے ہلکا سا ناک کیا تو سامنے والے کمرے سے تہمینہ باہر آئی۔ جس حیرت سے انھوں نے مرتضیٰ کو دیکھا وہ اپنی جگہ پر شرمندہ ہو گیا۔

"ارے مرتضیٰ بیٹا تم کیسے راستہ بھول گئے اندر تو آؤ۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر اندر لے آئیں۔ پھر اس کی پیشانی چوم کر اسے بیٹھا لیا۔

وہ ان کی اتنی محبت پر شرمندہ ہونے لگا۔

"بیٹا تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں اتنے کمزور ہو گئے ہو۔" تہمینہ نے اس کے چہرے کو دیکھا جو بہت کمزور ہو رہا تھا۔

"بس آنٹی تھوڑی طبیعت خراب تھی۔"

"آپ کیسی ہیں؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں تم بیٹھو میں آتی ہوں۔"

"آنٹی پلیز بس آپ سے ملنے آیا تھا اب چلتا ہوں۔"

"اب تم پہلی بار آئے ہو ایسے تھوڑی جانے دوں گی۔ چپ کر کے بیٹھ جاؤ۔" وہ ان کے اتنے اصرار پر بیٹھ گیا۔

اس کی نظروں نے بڑی بے تابی سے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گیا۔

"امی آپ کیوں چائے بنا رہی ہیں میں آ رہی تھی۔"

"اچھا تم چائے دیکھو میں آتی ہوں۔" تہمینہ کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئیں تو مرتضیٰ کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔

"مرتضیٰ تم جانا نہیں میں ابھی آتی ہوں۔" ان کی بات پر مرتضیٰ نے مسکرا کر سر ہلا دیا تو تہمینہ سیڑھیاں اتر گئیں۔

"امی آپ نے پانی میں چینی ڈال دی ہے یا نہیں؟" کرن کی آواز پر مرتضیٰ نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا جواب نہ ملنے پر کرن باہر نکلی تو اس کی نظر سامنے کھڑے مرتضیٰ پر پڑی تو اسے صحیح معنوں میں جھٹکا لگا۔

وہ چند لمحوں تک ایسے ہی کھڑی رہی۔ اسے سامنے دیکھ کر ایک عجیب سا سکون مرتضیٰ نے اپنے اندر اترتا محسوس کیا۔ وہ پریشانی جس میں وہ اتنے دنوں سے مبتلا تھا۔ وہ ختم ہو گئی تھی۔ اسے اپنے سوالوں کا جواب مل گیا تھا۔ اسے واقعی کرن سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ محض چند لمحوں کی کیفیت نہیں تھی۔ اتنے دنوں اس سے دور رہ کر بھی اس کا ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا اور اب اسے دیکھ کر عجیب سا سکون اس سے ایک گہرا سانس لیا۔ جیسے ایک تکلیف سے نجات مل گئی ہو۔ کرن نے اپنی نظریں وہاں سے ہٹا لیں۔ وہ واقعی اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"السلام علیکم۔" کرن نے سلام کرنے میں پہل کی۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

آج کئی دنوں بعد وہ دل سے مسکرایا تھا۔ وہ مڑ کر کچن میں آ گئی تو ارتضی اس کے پیچھے کچن میں آ گیا اور دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اس کی صرف ایک ہی خواہش تھی کہ وہ اس کے سامنے رہے۔ اس نے بلیک شلوار قمیض پر سفید دوپٹہ لے رکھا تھا۔ اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کو محسوس کر کے کرن مڑی تو مرتضی کو دیکھ کر حیران ہو گئی۔

"میں چائے لا رہی تھی۔" اس نے جلدی سے کہا۔ وہ مرتضی کو وہاں سے ہٹانا چاہتی تھی۔ مرتضی نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی۔ اس کا اندازہ اسے آج ہوا تھا یا پھر اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا تھا۔ اب اس کی نظروں میں ایک استحقاق تھا۔

کرن نے اس کے مسلسل کھڑے دیکھ کر اسے دیکھا تو وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا اور جن نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اس نے کنفیوژ ہو کر رخ پھیر لیا۔ سیڑھیوں پر قدموں کی آواز سن کر مرتضی باہر نکل آیا۔ تہمینہ اسے دیکھ کر مسکرا دیں۔

"ابھی تک کھڑے ہو میں بس ابھی آئی۔"

"نہیں آنٹی میں چلتا ہوں چائے ادھار ہی کل پھر آؤں گا۔" اس نے تہمینہ کو ساتھ لگا کر پیار کیا اور سیڑھیاں اتر گیا۔ اور سیٹی پر شوخ سی دھن بجانے لگا۔ وہ جتنا پریشان آیا تھا۔ اب اتنا ہی خوش تھا۔ دو منٹ کے بعد وہ گھر میں تھا۔ علی جو پودوں کو پانی دے رہا تھا اس نے حیرت سے بھائی کی شکل دیکھی جو خود بخود مسکرا رہے تھے۔ اس کو مسکراتا دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا۔

"امی چائے۔" کرن نے چائے کا کپ تہمینہ کو پکڑایا اور خود اپنے کمرے میں آ گئی تو اپنے پیچھے تہمینہ کو آتا دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئی کیونکہ وہ بہت کم اس کے کمرے میں آتی تھیں۔

"تم پڑھو بیٹا میں کچھ دیر تمہارے پاس یونہی بیٹھنے کے لیے آ گئی۔" اس کے دیکھنے پر تہمینہ نے کہا تو وہ کتاب کھول کر پڑھنے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے نظر اٹھا کر تہمینہ کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھیں۔

"امی خیریت آپ کس بات پر مسکرا رہی ہیں۔" اس نے شرارت سے انھیں دیکھا۔

"میں مرتضی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ میں اکثر اک وہم میں رہا کرتی تھی کہ شاید مرتضی اس رشتے سے خوش نہیں۔ میں اس خیال سے ہی ڈر جاتی تھی لیکن آج مرتضی کو دیکھ کر میرا یہ وہم دور ہو گیا ہے۔" ماں کی بات پر اس کے مسکراتے لب خاموش ہو گئے تھے۔

تہمینہ کب کی اٹھ کر جا چکی تھیں لیکن وہ اسی طرح بیٹھی تھی۔ اب وہ انھیں کیا بتاتی کہ وہ آپ کا وہم نہیں حقیقت ہے۔ وہ واقعی اس رشتے سے خوش نہیں لیکن آخری دو ملاقاتوں میں اس کا رویہ بہت عجیب تھا۔ خاص طور پر اس کی نظریں عجیب ہی پیغام دیتی تھیں اور آج اس کا گھر آنا تو بہت عجیب تھا۔

کرن نے تیسری دفعہ گیٹ سے باہر جھانکا تھا۔ پیپر ختم ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور احد کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ آج وہ بہت خوش تھی اس کے تمام پیپرز اچھے ہوئے تھے صرف ایک ہی باقی تھا لیکن انتظار کی کوفت نے اس کا موڈ خراب کر دیا تھا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جو پونے ایک بجا رہی تھی۔ پانچ منٹ بعد جب چوتھی بار اس نے باہر جھانکا تو احد کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ غصے سے گاڑی کی طرف آئی اور

فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔ اس کو غصے میں دیکھ کر احد مسکرا دیا۔

''ویری فنی۔'' کرن نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا تو احد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''میں یہاں آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہی ہوں اور آپ اب آ رہے ہیں اور پھر اس پر شرمندگی محسوس کرنے کی بجائے مجھے اپنے یہ دانت دکھا رہے ہیں۔'' اس نے احد کے دانتوں کی طرف اشارہ کیا۔

احد نے گاڑی اسٹارٹ کر دی لیکن وہ مسلسل مسکرا رہا تھا اور اس کی مسکراہٹ دیکھ کر کرن کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔

''آج آپ اتنا مسکرا کس خوشی میں رہے ہیں؟'' آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

''کیوں مسکرانا منع ہے؟'' احد نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''منع تو نہیں لیکن بغیر وجہ منع ہے۔''

''وجہ تمہیں معلوم ہوئی تو تمہاری بولتی بند ہو جائے گی۔'' احد نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا......؟'' کرن نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا لیکن احد نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

''اچھا یہ بتاؤ پیپر کیسا ہوا؟''

''زبردست بہت اچھا اب بس لاسٹ رہ گیا ہے پھر میں آزاد ہو جاؤں گی۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

''اب آپ جلدی سے آئس کریم کھلائیں۔''

''کیوں......؟'' احد نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''میرے پیپر کے اچھا ہونے کی خوشی میں۔''

''ہیں...... پیپر تمہارا اچھا ہوا ہے اور آئس کریم میں کھلاؤں۔ نو تھینکس میں آج بہت غریب ہوں۔'' احد نے ٹکا سا جواب دیا۔

''بھائی آپ کے پاس دس روپے بھی نہیں بڑا افسوس ہوا۔'' کرن نے افسوس ناک انداز میں کہا۔

''چلیں مجھ سے روپے لے لیں آپ میری طرف سے کھا لیں۔'' کرن نے بیگ سے پیسے نکالتے ہوئے کہا تو احد مسکرا دیا۔

''یار روز تم نے آئس کریم کھانی ہوتی ہے موٹی ہو جاؤ گی۔'' احد نے آئس کریم پارلر کے سامنے گاڑی کھڑی کر دی۔

''جائیں بھی آگے آپ نے دیر کر دی ہے مجھے گھر جا کر سونا بھی ہے۔'' کرن احد کو باہر کھڑا دیکھ کر جھنجلا کر کہا۔

''بھائی آپ کون سا فلیور لیں گے؟'' احد کے پوچھنے پر اس نے حیرت سے پہلے احد کو اور پھر جو پیچھے دیکھا تو صحیح معنوں میں اس کی بولتی بند ہو گئی تھی۔

''کوئی سا بھی لے آؤ۔'' احد کو جواب دینے کے بعد مرتضیٰ نے کرن کی حیران شکل دیکھی۔ اس کے دیکھنے پر کرن نے جلدی سے منہ آگے کر لیا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اسے خود پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ کم از کم اسے پیچھے دیکھ لینا چاہیے تھا۔

''پکڑو۔'' احد نے کپ اس کی طرف بڑھایا تو اس نے بے دلی سے کپ پکڑ لیا۔ اب اس کی بھوک ہی مر چکی تھی۔

''کیا ہوا کھا کیوں نہیں رہی؟'' احد نے اسے یونہی بیٹھا دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''کھا رہی ہوں۔'' اس نے کپ میں چچ گھماتے ہوئے کہا۔

''بھائی پتہ ہے یہ روز آئس کریم کھاتی ہے۔ مستقبل میں آپ کا بہت نقصان ہونے والا ہے۔

ہے۔" احد نے مسکرا کر پیچھے بیٹھے مرتضیٰ سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"مجھے دیر اس لیے ہوئی کیونکہ میں بھائی کے آفس چلا گیا تھا ان کی گاڑی خراب ہوگئی تھی۔" احد نے کرن کو دیر سے آنے کی وجہ بتائی لیکن اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ احد کچھ خاموش رہا لیکن پھر بول پڑا۔

"روز تو تم اتنا بولتی ہو ابھی بھی میرا سر کھا رہی تھی اب کیوں چپ کر گئی ہو؟" احد نے اس کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"بس ایسے ہی۔" پیچھے بیٹھے ہوئے مرتضیٰ نے بھی اس کی خاموشی کو محسوس کیا تھا وہ جانتا تھا کہ اس کو دیکھ کر وہ خاموش ہوگئی ہے۔ اور اس کی وجہ وہ خود تھا۔

اس نے گہرا سانس لے کر سر سیٹ کی پشت سے لگا لیا۔ بعض دفعہ انسان کو ان باتوں کا احساس تب ہوتا ہے جب وقت نکل چکا ہوتا ہے۔ گاڑی کرن کے گھر کے آگے رکی تو وہ جلدی سے اتر گئی۔

"کرن تمھارا اگلا پیپر کب ہے؟" احد کے پوچھنے پر کرن اس کی طرف مڑی۔

"پرسوں۔"

"اچھا پھر کل گھر ضرور آنا۔" اس نے سر ہلا دیا اور پچھلی سیٹ کی طرف دیکھے بغیر گیٹ کے اندر داخل ہوگئی۔

اگلے دن شام کو وہ سب گھر پر تھے تو علی کے کہنے پر وہ ان کے ساتھ کرکٹ کھیلنے لگا۔ آج کل اس کا موڈ بہت خوشگوار رہتا تھا۔ وہ احد اور علی کے ساتھ ان کے ہر کھیل میں شریک رہنے لگا تھا۔

شاہدہ نے ایک نظر مرتضیٰ کی طرف دیکھا جو شارٹ لگانے پر ہنس رہا تھا۔ انھیں اپنے تینوں بیٹے پیارے تھے۔ لیکن مرتضیٰ میں ان کی جان تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مرتضیٰ سب سے پہلا بچہ تھا اور احد اور علی بہت بعد میں اس دنیا میں آئے اور اس نے اکیلے اتنے سال ان کا پیار سمیٹا تھا۔

پچھلے دنوں اس کی الجھی حالت نے انھیں بھی پریشان کر دیا تھا لیکن اب وہ بہت خوش تھا وجہ تو وہ نہیں جانتی تھیں لیکن ان کے لیے یہی کافی تھا کہ مرتضیٰ خوش ہے انھوں نے جمال احمد کی طرف دیکھا تو وہ بھی ان تینوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ پروین کو چائے کا کہنے اندر چلی گئیں۔

جمال احمد نے شاہدہ کے اٹھنے پر ایک نظر انھیں دیکھا اور پھر دوبارہ ان تینوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آج کل مرتضیٰ کا رویہ ان کے لیے ایک معمہ بنا ہوا تھا۔ جب سے اس کا کرن سے نکاح ہوا۔ وہ سارے گھر سے دور ہوگیا تھا۔ گھلنا ملنا تو وہ پہلے بھی کم تھا۔ لیکن نکاح کے بعد بالکل ہی الگ ہوگیا تھا۔ لیکن وہ اس کی وقتی ناراضگی سمجھ کر ٹال گئے تھے۔ انھیں سب سے زیادہ پیار مرتضیٰ سے تھا اور یہاں بھی لیکن اس نے ان کا مان توڑ دیا تھا۔ وہ مرتضیٰ کی طرح کرن سے بھی بہت پیار کرتے تھے اور یہ احساس کہ انھوں نے انجانے میں اس سے زیادتی کر دی ہے۔ انھیں بہت تکلیف دیتا تھا۔

اس دن مرتضیٰ کے رویے نے انھیں اہم فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب وہ اس زبردستی کے رشتے کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔

"بکواس یہ آؤٹ نہیں تھا میں نہیں مانتا آپ دونوں چیٹنگ کر رہے ہیں۔" علی کی تیز آواز پر وہ حال میں لوٹ آئے۔ علی اور مرتضیٰ سے کہا۔

"تو تم بچے ہو تمھیں آرام سے کرواتا سیدھی طرح اٹھ جاؤ اور بیٹ دو مجھے تم آؤٹ

ہو گئے ہو۔" مرتضیٰ نے بیٹ اس سے لیتے ہوئے کہا۔

"آپ دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں میں اکیلا رہ جاتا ہوں۔ میرا بھی پارٹنر ہونا چاہیے۔" علی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا جبکہ احد ان دونوں کو بحث کرتے ہوئے دیکھنے میں مصروف تھا۔ پھر علی ایک دم چیخ پڑا۔

"مل گیا۔" اس کے چلانے پر مرتضیٰ نے اسے دیکھا پھر ان دونوں کی نظر گیٹ سے داخل ہوتی ہوئی کرن پر پڑی علی بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔ پتہ نہیں اس سے وہ کیا کہہ رہا تھا وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ پھر علی اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے احد اور مرتضیٰ کی طرف لے آیا۔

"چلیں گیم شروع کریں میں آؤٹ ہو گیا تھا اب میری پارٹنر کرن بیٹنگ کرے گی۔" اس کی اس بات پر کرن نے سٹپٹا کر علی کو دیکھا۔

"بھائی مجھے نہیں کھیلنا آتا۔"

"آ جائے گا جاؤ شاباش یہ بیٹ لو اور وہاں جا کر کھڑی ہو جاؤ اور یاد رکھنا یہ میری عزت کا سوال ہے۔" علی کے کہنے پر اسے چاروناچار بیٹ پکڑنا پڑا "چلیں بھائی بال کروائیں۔" علی نے مرتضیٰ کی طرف بال اچھالتے ہوئے کہا جو بہت غور سے کرن کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے ہلکے سے بال کروائی تو کرن نے ایک زوردار شارٹ لگائی تو بال دور جا گری۔

"واہ کرن جیو میرے شیر۔" علی نے دور سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ مرتضیٰ نے چار بالیں کروائیں اور ہر بال پر وہ شارٹ لگانے لگی تو احد نے جھنجلا کر مرتضیٰ کو دیکھا۔

"بھائی ابھی تو آپ اتنی اچھی باؤلنگ کر رہے تھے اب کیا ہو گیا ہے۔۔ مجھے دیں میں اسے آؤٹ کرتا ہوں۔" احد نے اس کے ہاتھ سے بال لیتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ بال کرواتا ایک گاڑی گیٹ کے اندر داخل ہوئی۔ گاڑی سے نکلنے والی رمشا تھی۔ اس کو دیکھ کر مرتضیٰ اس کی طرف بڑھ گیا اور اس کو لے کر جمال احمد کے پاس آ گیا۔

"ہیلو انکل کیسے ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ؟"

"فائن میں مرتضیٰ کا پتہ کرنے آئی تھی نہ آفس میں ملتا ہے نہ باہر اور موبائل بھی اس کا آف ملتا ہے۔" اس نے مرتضیٰ کو دیکھ کر پوچھا۔

"بس آج کل موڈ نہیں ہوتا۔" جمال احمد نے بغور مرتضیٰ کا چہرہ دیکھا۔

"اگر مرتضیٰ کی خوشی کی وجہ رمشا نہیں تو پھر کون ہے؟ تو کیا مرتضیٰ اور رمشا کا رشتہ صرف دوستی تک ہے۔" تبھی انھوں نے ایک کھنکتی ہوئی ہنسی سنی تو ان کے ساتھ رمشا اور مرتضیٰ نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا۔ کرن احد کی کسی بات پر بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ احد اور علی بھی مسلسل ہنس رہے تھے۔ جمال احمد بے اختیار مسکرا دیے۔

"انکل لگتا ہے آپ سب کرن سے بہت پیار کرتے ہیں۔ میں اس دن بھی مرتضیٰ سے کہہ رہی تھی کرن اور علی ایک دوسرے کے ساتھ بہت سوٹ کرتے ہیں۔" رمشا کی بات پر جمال احمد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں واقعی ہم اس سے بہت پیار کرتے ہیں میں علی کے ساتھ تو نہیں لیکن احد کے بارے میں سوچ رہا ہوں جلد ہی میں احد اور کرن کی شادی کر دوں گا۔ تاکہ اس غلطی کی تلافی کر سکوں جو میں نے کی ہے۔" آخری جملہ انھوں نے آہستگی سے ادا کیا تھا لیکن پھر بھی مرتضیٰ نے سن لیا تھا اس کے سر پر جیسے دھماکہ ہوا تھا۔ اس نے بے یقینی سے جمال احمد کی طرف دیکھا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ وہ سامنے دیکھ رہے تھے۔

مرتضیٰ نے ایک بار پھر مڑ کر دیکھا جہاں احد اور کرن ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے تھے اور دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ وہ ایک شاک کی کیفیت میں تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کرن کسی اور کی ہو جائے۔ نہیں وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اس کے اچانک کھڑے ہونے پر جمال اور رمشا نے چونک کر اسے دیکھا لیکن اسے اس وقت کسی کا دھیان نہیں تھا۔

اس کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا تھا کہ جب بھی اسے غصہ آتا تھا وہ بے قابو ہو جاتا تھا۔ اس لیے سب اس کے غصے سے خوف زدہ رہتے تھے۔ اس نے ایک بار پھر ان کی طرف دیکھا۔ اسے اپنے چاروں طرف ایک آگ دہکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

''علی۔'' وہ وہیں سے دھاڑا اس کی آواز اتنی سخت تھی کہ ہر شخص اپنی جگہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔

''بس کرو یہ کھیل۔'' سب نے حیرت سے مرتضیٰ کے غصے کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے تو وہ بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ مرتضیٰ نے ایک نظر رمشا کی حیران شکل کو دیکھا۔

''سوری رمشا میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ میں تمہیں کمپنی نہیں دے سکتا۔'' یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا اندر چلا گیا۔ رمشا اور جمال احمد نے حیرت سے مرتضیٰ کا غصہ دیکھا۔ لیکن ان دونوں کی حیرت میں فرق تھا۔

کمرے میں آ کر وہ مسلسل یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ڈیڈی ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔

''کرن میری بیوی ہے اور احد...... یہ نہیں ہو سکتا۔'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ بالوں میں پھنسا لیے۔

''مجھے ڈیڈی سے بات کرنی چاہیے۔'' اس نے اٹھتے ہوئے سوچا لیکن پھر وہ رک گیا۔ اس کے سامنے کرن کا چہرہ آ گیا۔

''نہیں کرن میری بیوی ہے احد جانتا ہے۔''

''لیکن تم نے کرن سے کہا تھا کہ تم اسے پسند نہیں کرتے اور تم تو اسے اپنی بیوی ماننے سے انکار کر آئے تھے۔'' کوئی اس کے اندر سے بولا تو وہ اپنی کیفیت سے ڈر گیا۔

''میں کرن سے خود بات کروں گا۔'' اس نے خود تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

جب وہ نیچے آیا کرن اور رمشا جا چکی تھی۔ باقی سب ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کافی حد تک خود کو نارمل کر چکا تھا۔

''احد۔'' مرتضیٰ کی آواز پر احد نے اس کی طرف دیکھا۔

''کرن کو کالج چھوڑنے تو جاتے ہو نہ۔''

احد نے حیران ہو کر مرتضیٰ کو دیکھا۔

''کل اس کا پیپر ہے۔''

''تم رہنے دینا میں اسے چھوڑ آؤں گا اور لے بھی آؤں گا۔'' جمال احمد نے چونک کر اس کی طرف دیکھا لیکن وہ اٹھ کر جا چکا تھا۔

احد اب تک حیران تھا جبکہ علی مسکرا دیا تھا۔

احد نے ایک نظر باپ کو دیکھا وہ بھی اسے دیکھ رہے تھے۔ نظریں ملنے پر وہ دونوں مسکرا دیئے۔

ہارن کی آواز پر وہ تیزی سے نیچے اتری۔

''آج پہلی بار آپ ٹائم پر آئے ہیں خیر تھی؟'' کرن نے گاڑی میں بیٹھتے ہی کہا اور جوں ہی اس کی نظر ڈرائیونگ سیٹ پر پڑی اس کے مسکراتے لب سکڑ گئے تھے۔ مرتضیٰ نے غور سے اس کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔ سٹیئرنگ پر اس کی

...سخت ہوگئی تھی۔

"تم شاید کسی اور کو اسپیکٹ کر رہی تھی۔" مرتضیٰ نے اسے دیکھ کر کہا لیکن وہ بولی کچھ نہیں سامنے دیکھنے لگی۔

سارا راستہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"تمہیں لینے کب آؤں۔" اس کے اترنے پر مرتضیٰ نے پوچھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ وہ انکار کر دے لیکن مجبوری یہ تھی کہ وہ اکیلی نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے ٹائم بتا کر قدم کالج کی طرف بڑھا دیئے۔

پیپر ختم ہونے کے بعد وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی احد اسے چھوڑنے کیوں نہیں آیا۔ مرتضیٰ کے ساتھ سے اسے الجھن ہوئی تھی۔ اب بھی اسے یہی پریشانی تھی۔ اس شخص کے ساتھ جانا پڑے گا۔

"ہیلو کرن کیا ہوا اتنی لٹکی ہوئی شکل کیوں بنائی ہوئی ہے؟ کیا پیپر اچھا نہیں ہوا؟" فوزیہ نے اس کے قریب آ کر کہا۔

"کچھ نہیں یار بس ایسے ہی تمہارا پیپر کیسا رہا؟"

"زبردست۔" فوزیہ نے مسکرا کر کہا۔

"آج تو آخری پیپر تھا پریکٹیکل میں ابھی بہت دیر ہے تم آؤ گی ہماری طرف؟" فوزیہ نے کرن سے کہا۔

"مشکل ہے۔" کرن کے کہنے پر وہ بیگ سے کارڈ نکالنے لگی پھر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" کرن نے اسے دیکھا۔

"کھولو تو۔" فوزیہ نے مسکرا کر کہا۔

"ارے سامعہ باجی کی شادی ہے۔" کرن نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں اور انھوں نے خاص طور پر تم سے کہا ہے کہ تم نے آنا ہے ورنہ مجھ سے اچھی امید مت رکھنا۔" فوزیہ نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

گیٹ سے نکلتے ہی اس کی نظر مرتضیٰ پر پڑی جو گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔ اس کو دیکھ کر سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"واؤ یہ کون ہینڈسم ہے؟" فوزیہ نے کرن کو جھک کر سرگوشی کی لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ کرن نے گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیئے تو فوزیہ بھی اس کے ساتھ آ گئی۔

"السلام علیکم۔" فوزیہ نے مرتضیٰ کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" فوزیہ نے مرتضیٰ کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس سے پہلے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی اس لیے۔" مرتضیٰ نے اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے کہا۔

"بہرحال میں کرن کی دوست ہوں فوزیہ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" مرتضیٰ نے کہا۔

"اب آپ اپنا تعارف کروائیں۔" فوزیہ نے کہا۔

"میرا تعارف کرن زیادہ اچھی طرح کروا سکتی ہے۔" مرتضیٰ نے غور سے اس کی شکل دیکھی جو لاتعلقی سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں بھئی کرن کون ہیں یہ؟" فوزیہ نے شرارت سے پوچھا تو اس نے ایک نظر مرتضیٰ کے مسکراتے چہرے کو دیکھا اور پھر فوزیہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"یہ احد بھائی کے بڑے بھائی ہیں اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی رشتہ نہیں۔" کرن کی بات پر مرتضیٰ کے مسکراتے لب بھینچ گئے۔

"او تو یہ احد کے بھائی ہیں۔ اچھا کرن میرا

ڈرائیور آ گیا تم یاد سے شادی پر آنا اور مرتضیٰ بھائی آپ بھی ضرور آیئے گا۔ بائے کرن۔" فوزیہ نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے دوسری طرف قدم بڑھا دیئے۔

فوزیہ کے جاتے ہی وہ بھی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ بھی ایک گہری سانس لے کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ کافی راستہ طے کرنے تک وہ کافی حد تک خود پر قابو پا چکا تھا۔

"تمہارا پیپر کیسا ہوا؟" مرتضیٰ نے ایک نظر کرن کو دیکھ کر پوچھا جو باہر کے نظارے دیکھنے میں مگن تھی۔

"ٹھیک ہو گیا۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟" کرن نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا لیکن وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ مرتضیٰ کا رویہ اس کے لیے حیران کن تھا۔ اسے چھوڑنے اور پھر لینے آنا اور پھر آرام سے بات بھی کرنا۔

"نہیں مجھے خواہش نہیں۔" لیکن مرتضیٰ نے گاڑی روک دی اور گاڑی سے اتر گیا۔

تھوڑی دیر جب وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں دو کپ تھے اور دونوں چاکلیٹ فلیورز تھے۔ اس نے ایک کپ کرن کی طرف بڑھا دیا لیکن اس نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا۔

"مجھے بھوک نہیں۔" اس نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ لیکن مرتضیٰ نے اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کیا تو تنگ آ کر کرن نے کپ پکڑ لیا۔

آئس کریم ختم کر کے مرتضیٰ نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ اپنے بلاک میں ٹرن کرنے پر اس نے ایک نظر کرن پر ڈالی جو بہت خاموش تھی۔

"تمہیں شاید میرا آنا پسند نہیں آیا ورنہ تم اتنی خاموش تو نہیں رہتی ہو۔" مرتضیٰ کے پوچھنے پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

گاڑی جب گیٹ کے آگے رکی تو مرتضیٰ نے اسے دیکھا۔

"کرن میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے؟" کرن نے غصے سے اسے دیکھا۔

"میرا آپ کا کوئی ایسا رشتہ نہیں بنتا جس کے تحت میں خود کو آپ کے سوال کا جواب دینے کی پابند سمجھوں۔" اتنا کہہ کر وہ گاڑی سے اتر گئی۔ ایک تکلیف دہ احساس مرتضیٰ کے چہرے پر ٹھہر گیا۔ اب جب وہ اس کے لیے پاگل ہو رہا تھا اسے اس رشتے کا احساس ہو گیا تھا۔ تو اسے اس رشتے کی چاہ نہیں رہی تھی۔ اس نے گاڑی واپس موڑ لی۔

رات کے دو بج رہے تھے لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے ٹیرس پر کھڑا تھا۔ چاندنی رات نے رات کی خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا مسلسل اس کے بالوں سے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔ وہ اپنی کیفیت پر حیران تھا۔ اس نے سنا تھا محبت انسان کو بے بس کر دیتی ہے۔ وہ اکثر موویز میں جب دیکھتا تھا کہ ایک انسان ایک لڑکی کے لیے اپنا سب کچھ برباد کر دیتا ہے خود کو بدل لیتا ہے تو وہ بہت مذاق اڑاتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر لڑکی اس سے محبت نہیں کرتی تو دنیا میں لڑکیوں کی کمی تو نہیں یہ نہ سہی تو اور سہی اب جب اس کے ساتھ ایسا ہوا تھا تو وہ سہہ نہیں پا رہا تھا۔

وہ کرن سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا۔ آج اگر اس کے دوست یا اس کے اپنے گھر والے یہ جان جائیں کہ آج اس کی جو حالت ہے اس کی وجہ ایک لڑکی اور وہ بھی کرن تو شاید کوئی یقین نہ کرے۔ اس نے سگریٹ سلگا کر ہونٹوں سے لگایا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا لیکن پچھلے کچھ گھنٹوں میں وہ پورا ایک پیکٹ ختم کر چکا تھا۔ یہاں بھی وہ اکثر ہیروز کا مذاق اڑاتا تھا جو ہیروئن کے غم میں

شراب پینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا خیال تھا انسان کو مضبوط ہونا چاہیے یہ کمزور لوگوں کے سہارے ہیں لیکن آج وہ بھی ایسا کر رہا تھا۔ کرن کی محبت نے اسے کمزور بنا دیا تھا۔ اسے اس بات اس سے محبت ہوئی جب وہ اس سے پوری طرح بدگمان ہو چکی تھی۔ اگر ڈیڈی نے احد اور کرن کی نہیں...... نہیں نہیں اللہ میاں آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے میں کرن کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر اللہ سے دعا کی۔ بے بسی سے وہ وہیں زمین پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور اپنا سر گھٹنوں پر ٹکا دیا۔

''کرن میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میرے ساتھ ایسا مت کرو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تمہارے رویے سے۔''

کرن کا رویہ یاد آنے پر اس کی آنکھوں سے دو قطرے نکل کر زمین پر گرے۔ وہ جو اتنا مضبوط تھا بڑی بڑی تکلیف کو آرام سے سہہ جاتا تھا۔ اس کے غصے سے سب پناہ مانگتے تھے۔ جس نے جب چاہا پا لیا۔ زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی نے اس کے قدم چومے تھے۔ آج ایک لڑکی نے اسے اتنا کمزور بنا دیا تھا کہ وہ اس کے لیے رو رہا تھا۔ اس سے جدائی کا احساس اسے سہما رہا تھا۔ آسمان پر چمکتے چاند اور ستاروں نے دکھ سے اسے دیکھا۔ اٹھکیلیاں کرتی ہوا بھی اب گم صم ہو گئی تھی۔

''گڈ مارننگ ایوری باڈی۔'' مرتضیٰ نے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس نے مسکرا کر بریڈ اٹھا لی جام لگاتے ہوئے اس نے محسوس کیا۔ سب اسے دیکھ رہے ہیں خیریت ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔'' وہ سب کے چہرے دیکھنے لگا۔

''مرتضیٰ تمہیں کوئی پریشانی ہے۔'' شاہدہ کے پوچھنے پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''نہیں تو مما آپ کو ایسا کیوں لگا۔''

''نہیں تو کا کیا مطلب ہے حالت دیکھو اپنی دن بہ دن عجیب ہوتے جا رہے ہو۔''

''ایسا کچھ نہیں مما رات کو دیر سے سویا تھا تو جمال احمد نے نظر اٹھا کر بغور اس کے اترے چہرے اور سرخ آنکھوں کو دیکھا۔

''بھائی آپ کی حالت تو مجنوں سے ملتی جلتی ہو گئی ہے۔'' علی کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''یار نہ تو میری شیو بڑھی ہے کیونکہ میں ابھی شیو کر کے آ رہا ہوں نہ ہی بال بکھرے ہیں اور نہ ہی کپڑے پھٹے ہیں پھر تمہیں کیوں ایسا لگا؟'' مرتضیٰ علی کی بات سے کافی محظوظ ہوا تھا۔

''نہیں کیفیات کچھ ایسی ہیں نہ آپ کو بھوک لگتی ہے اور تو اور رات کو آپ ٹیرس پر کھڑے ہو کر تارے بھی گنتے ہیں۔''

''تو اس کا مطلب ہے تم میری جاسوسی کرتے ہوتے تھے۔''

''میں نے رات کو آپ کو ٹیرس پر دیکھا سو کہہ دیا۔''

''بھائی آپ کو کوئی پرابلم ہے تو بتائیں نا؟'' احد جو اتنی دیر سے خاموش تھا وہ بھی بول پڑا۔

''یار ایسا کچھ نہیں تم سب خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔'' وہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔

''ناشتہ تو پورا کرو۔'' اس نے ایک بریڈ بھی پورا نہیں لیا۔ تھا۔ شاہدہ نے اس کی پلیٹ دیکھ کر کہا لیکن وہ جا چکا تھا۔

شام کو جب وہ گھر آیا تو لان میں اس نے ڈیڈی مما کے ساتھ تہمینہ آنٹی کو دیکھا تو سیدھا وہیں آ گیا۔ سلام کرنے کے بعد وہ وہیں بیٹھ

گیا۔

''بھابی مرتضٰی دن بہ دن کمزور ہوتا جا رہا ہے۔'' تہمینہ نے پریشانی سے اسے دیکھا تو شاہدہ بھی اسی موضوع پر بات کرنے لگیں تو وہ ان دونوں کی باتیں سننے کے ساتھ مسکراتا رہا۔

''آج کرن نہیں آئی؟'' جمال احمد کے پوچھنے پر مرتضٰی بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''نہیں جب میں آئی تھی تو سو کر اٹھی تھی پیپرز کی تھکن اتار رہی ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ پھر شاہدہ کی طرف متوجہ ہو گئیں تو مرتضٰی کھڑا ہو گیا۔

''ڈیڈی میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔'' وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

جب وہ کرن کے ہاں پہنچا تو دروازہ کھلا تھا۔ وہ سیدھا اندر آ گیا۔ لاؤنج میں کوئی نہ تھا کچن میں برتنوں کی آواز سن کر وہ اس سمت چلا آیا۔ کرن شاید برتن دھو رہی تھی۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ کمر سے نیچے آتے ہوئے بال اس کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ جو ہلکے ہلکے گیلے تھے۔ شاید وہ ابھی نہا کر نکلی تھی۔ جونہی وہ پلٹی اپنی جگہ تھم سی گئی۔ دروازے پر مرتضٰی کھڑا تھا۔ اس نے جلدی سے کرسی پر پڑا دوپٹہ کھینچ کر خود پر لیا۔

''میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔'' مرتضٰی کے کہنے پر وہ اس کو دیکھنے لگی۔

''میں تم سے یہ پوچھنے آیا ہوں تم میرے ساتھ ایسا بی ہیو کیوں کرتی ہو؟ تمہیں میری موجودگی بری کیوں لگتی ہے؟'' اس کی بات پر کرن نے حیران نظروں سے اسے دیکھا اور جب بولی تو اس کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

''میرا نہیں خیال میرے پسند کرنے یا نہ کرنے سے آپ کو کوئی فرق پڑتا ہے۔''

''مجھے تمہارے پسند کرنے یا نہ کرنے سے فرق پڑتا ہے۔ کرن تم میری بیوی ہو۔'' اس کی بات پر کرن نے تڑپ کر جواب دیا۔

''میں نہیں ہوں آپ کی بیوی یہ بات کی ماہ پہلے آپ مجھے کہہ چکے ہیں وہ رشتہ صرف کاغذ تک محدود ہے اچھا ہوا آپ نے بات خود شروع کر دی آپ اس رشتے کو ختم کر دیں میں اب مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر آپ انکل سے بات نہیں کر سکتے تو میں خود کر لوں گی۔'' اس کی بات پر مرتضٰی نے دکھ سے اسے دیکھا۔

''لیکن میں اس رشتے کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔''

''لیکن میں چاہتی ہوں میں آپ کی مرضی کی پابند نہیں جب آپ نے کہا ختم تو ختم جب آپ نے کہا نہیں ختم تو نہیں ختم کیوں......؟ میری مرضی کوئی نہیں؟ مجھے آپ کے ساتھ سے ہی الجھن ہوتی ہے۔ آپ کے لیے سب کہنا آسان ہے لیکن آپ اس اذیت کو نہیں سمجھ سکتے جو میں نے برداشت کی ہے۔ ہر پل ایک ڈر کب کیا ہو جائے آپ کو کیا پتہ دکھ کیا ہوتا ہے۔ اذیت کیا چیز ہے۔'' بات کرتے کرتے اس کی آواز رندھ گئی۔ لیکن جلدی ہی اس نے خود پر قابو پا لیا۔

''میں اب آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔'' اتنا کہہ کر وہ باہر نکل آئی۔ اپنے کمرے میں آ کر وہ کتنی دیر ایسے ہی کھڑی رہی وہ کبھی بھی اتنی بہادر نہیں رہی تھی اور خاص طور پر مرتضٰی سے وہ بہت ڈرتی تھی۔ لیکن آج پتہ نہیں وہ کیسے اتنا بول آئی تھی۔ شاید اتنے دن سے مرتضٰی کے نرم رویے کی وجہ سے وہ یہ فیصلہ کر گئی تھی۔

کرن کے باہر نکلنے کے بعد وہ کافی دیر اپنی جگہ پر ساکت کھڑا رہا' اتنی نفرت۔ اس نے کرب سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''آپ کو کیا پتہ دکھ کیا ہوتا ہے اذیت کیا چیز ہے۔'' کرن کی آواز اس کے کانوں میں

گونجنے لگی تو اس نے جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"مجھ سے بہتر اس اذیت کو اور کون سمجھ سکتا ہے۔" اس نے خود کلامی کی۔

"میں آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔" ایک بار پھر کرن کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس نے مٹھیاں بھینچ کر اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہا۔ اب اور نہیں کرن میں اب اور نہیں برداشت کر سکتا۔" اس نے قدم کرن کے کمرے کی طرف بڑھا دیئے۔

اس نے زور سے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ ایک زوردار آواز سے کھل گیا۔ آواز پر کرن ڈر کر اچھل پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ سمجھتی اس نے مرتضیٰ کو اندر داخل ہوتے اور پھر اپنے پیچھے دروازہ لاک کرتے ہوئے دیکھا۔ دروازہ لاک کرتے دیکھ کر کرن اپنی جان نکلتی محسوس ہونے لگی۔

"دروازہ...... کیوں...... بند کیا؟" ڈر کے مارے اس سے بولنا مشکل ہو رہا تھا۔

مرتضیٰ نے ایک نظر اس کے خوفزدہ چہرے کو دیکھا اور قدم اس کی طرف بڑھا دیئے۔ اپنی طرف قدم بڑھاتا دیکھ کر وہ پیچھے ہٹنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ دیوار سے جا لگی۔

"آپ جائیں یہاں سے ورنہ...... ورنہ میں شور مچاؤں گی۔" کرن نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"شوق سے مچاؤ شور۔" مرتضیٰ نے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو کرن بھاگ کر اس کی سائیڈ سے نکلی۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچتی مرتضیٰ نے اس کا بازو پکڑ لیا اور جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور سیدھی اس کے سینے سے جا لگی۔

مرتضیٰ نے بازو اس کے گرد لپیٹ کر اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ کرن نے خود کو چھڑانے کی کافی کوشش کی لیکن اس کی گرفت کافی سخت تھی۔ ڈر اور شرم کے مارے اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ جب وہ خود نہ چھڑا سکی تو اس نے رونا شروع کر دیا۔

"میں تم سے بات کرنے آیا تھا لیکن تم نے تو...... خیر جو تم کہہ چکی ہو وہ ضرورت سے زیادہ تھا۔ اب تک میں نے بہت برداشت کیا ہے حالانکہ یہ میری عادت نہیں لیکن اب مزید نہیں...... ہاں تو تم کہہ رہی تھی تمہارا میرا کوئی رشتہ نہیں چلو ٹھیک ہے ایسا ہی سہی کاغذ کا تعلق تو ہے نا اور اس حساب سے ہم ہوئے میاں بیوی اور میاں بیوی کا رشتہ تو بہت قریبی ہوتا ہے۔" اس نے "قریبی" پر زور دے کر کہا۔ کرن کو ایسا لگ رہا تھا کہ اس کا دل ابھی باہر آ جائے گا۔

"اب تم میری بیوی ہو تم پر میرا پورا حق ہے۔" مرتضیٰ کی بات پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ مرتضیٰ کی آنکھوں میں جو نظر آیا اس نے اس کے پورے جسم میں سنسنی پیدا کر دی تھی۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" مرتضیٰ نے اپنی گرفت مزید سخت کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے کہا کہ تم اب مزید مجھے برداشت نہیں کر سکتی تمہیں مجھ سے الجھن ہوتی ہے چلو صرف آج برداشت کر لو پھر شوق سے جو مرضی کرنا۔" مرتضیٰ نے اپنا چہرہ اس کے بالوں کے قریب کر کے ان کی خوشبو کو اپنے اندر کھینچا۔

کچھ دیر بعد کرن نے اپنے بالوں اور پھر اپنی گردن پر مرتضیٰ کی سانسیں محسوس کیں تو اسے

اپنے پاؤں میں سے جان نکلتی محسوس ہونے لگی۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ اسے پیچھے کر سکے۔ اسے لگا اب کچھ دیر اور ہوئی تو بہت غلط ہوگا۔

''مرتضٰی پلیز ایسے مت کریں میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے معاف کردیں۔'' اس نے بری طرح روتے ہوئے کہا تو مرتضٰی جو اس کے قرب میں پاگل کرگیا تھا وہ ایک دم سنبھل گیا۔ اس نے اس کے گرد سے اپنے دونوں بازو ہٹا لیے۔

کرن نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک کی نظروں میں ڈر تھا جبکہ دوسرے کی نظروں میں عجیب سا تاثر تھا۔ کرن نے نظریں جھکا لیں اور وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ آنسو قطرہ قطرہ اس کی آنکھ سے بہہ رہے تھے۔ اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

مرتضٰی نے ایک نظر اس کو کانپتے دیکھا تو وہ دوزانو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا تو کرن نے سہم کر اس کی طرف دیکھا۔

''ایسے مت دیکھو آگے میں نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا ہے۔'' مرتضٰی کے شوخ لہجے پر اس نے گھبرا کر نیچے دیکھنا شروع کردیا اس کے ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھوں میں لرز رہے تھے۔

''تم اتنی خوبصورت کیوں ہو کرن؟'' مرتضٰی نے دائیں ہاتھ سے اس کے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے سرگوشی کی تو وہ سمٹ کر پیچھے ہوگئی۔ مرتضٰی نے مسکرا کر اس کی اس حرکت کو دیکھا۔

''ابھی تو تم اتنا بول رہی تھی اب کوئی بات ہی نہیں کر رہی۔'' اس کی بات پر کرن نے دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا لیا اور زور سے رونے لگی۔

اس نے کبھی کسی سے بدتمیزی نہیں کی تھی آج پہلی بار اس نے کسی سے ایسے بات کی تھی اور اب اس کی سزا بھگت رہی تھی۔ اس نے مرتضٰی کو غصے میں دیکھا تھا لیکن اس کی باتوں پر وہ اس طرح ری ایکٹ کرے گا یہ اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کے اس طرح رونے پر مرتضٰی شرمندہ ہوگیا۔ اس کا مقصد کرن کو تنگ کرنا نہیں تھا۔ وہ تو صرف اس سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن پتہ نہیں اس کو چھوتے ہی اسے خود پر قابو نہیں رہا تھا اور اب اس طرح اس کا رونا اسے شرمندہ کر رہا تھا۔

''کرن بند کرو رونا ورنہ پھر مجھے۔'' اس نے جان بوجھ کر اگلے الفاظ ادھورے چھوڑ دیئے اور اس کی توقع کے عین مطابق کرن نے رونا بند کردیا تھا۔

''اب ایک بات میری دھیان سے سنو۔'' اس نے انگلی سے اس کی ٹھوڑی اونچی کی اور سختی سے بولا۔

''مجھے انکار سننے کی عادت نہیں جس طرح آج تم نے کیا ہے آئندہ ایسا نہ ہو تم میری بیوی ہو یہ بات یاد رکھنا میں کسی قیمت پر بھی تمھیں نہیں چھوڑوں گا چاہے تم مجھے برداشت کرو یا تمھیں میرے ساتھ سے الجھن ہو تمھاری زندگی میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہونا چاہیے تم صرف میری ہو تمھیں صرف ایک نام یاد ہونا چاہیے مرتضٰی...... مائنڈ اٹ۔'' اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔

اور ہاں ڈیڈی سے کسی قسم کی بات کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں کچھ بھی کرسکتا ہوں اور اس کا تمھیں اندازہ ہوگیا ہوگا۔''

اس نے کھڑے ہوکر ایک نظر اسے غور سے دیکھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کافی دیر اس پوزیشن میں بیٹھے رہنے کی وجہ سے اسے اٹھنے میں کافی دشواری ہوئی۔ لیکن وہ اٹھ کر بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

جب اسے ہوش آیا تو تہمینہ اس کے سرہانے بیٹھیں تھیں۔

"کرن گڑیا کیا ہوگیا تھا تمھیں؟" تہمینہ نے اسے آنکھیں کھولتا دیکھ کر پوچھا تو اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

"کرن بیٹا کچھ تو بول۔" اس کے اس طرح آنکھیں بند کرنے پر تہمینہ گھبرا گئیں۔

"امی میں ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکرا کر انہیں تسلی دی تو وہ غور سے اس کے زرد چہرے کو دیکھنے لگیں۔ جب وہ گھر آئی تھیں تو وہ بے سدھ بستر پر پڑی تھی۔ کئی دفعہ آواز دینے پر بھی جب وہ نہیں اٹھی تو انھوں نے گھبرا کر جمال احمد کو فون کر دیا۔ وہ اسی وقت ڈاکٹر کو لے آئے۔ ڈاکٹر کے بقول کسی ٹینشن یا ڈر کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہیں۔ سب نے اسے پیپرز کی ٹینشن سمجھا تھا جبکہ جمال احمد سوچ میں پڑ گئے تھے۔

ساری رات وہ انجکشن کے زیراثر سوئی رہی۔ اب صبح اس کی آنکھ کھلی تھی۔

"میں تمھارے لیے کچھ کھانے کو لاؤں؟"

"نہیں امی مجھے بھوک نہیں۔ بیٹا کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا میں کچھ لاتی ہوں۔" تہمینہ اٹھ کر باہر نکل گئیں تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ تبھی باہر سے آوازیں آنے لگیں۔

وہ ابھی اندازہ کر رہی تھی کہ جمال انکل، آنٹی اور علی آگے پیچھے اندر داخل ہوئے۔

"لڑکی یہ کیا تماشا تھا تمھیں ہم کو تنگ کرنے میں مزہ آتا ہے؟" احد نے ہمیشہ کی طرح اس کی چوٹی کھینچ کر کہا تو وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

"یہ آپ کے لیے۔" علی نے بڑی تمیز سے جھک کر گلاب کی کلی اسے پکڑائی تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

"بیٹا تمھیں ہوا کیا تھا؟" شاہدہ نے غور سے اس کے زرد چہرے کو دیکھا۔ ایک ہی رات میں وہ اتنی کمزور ہوگئی تھی۔

"پتہ نہیں آنٹی مجھے خود پتہ نہیں چلا۔" اس نے سر جھکایا تو جمال احمد جو غور سے اسے دیکھ رہے تھے اس کے دائیں طرف آ کر بیٹھ گئے اور بازو اس کے شانے پر پھیلا لیا۔

"کرن اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ اپنے انکل کو نہیں بتاؤ گی۔" جمال احمد کے بات کرنے کی دیر تھی وہ ان کے ساتھ لگ کر رونے لگی۔

"انکل مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

"کس سے بیٹا؟" انھوں نے اس کا چہرہ اونچا کر کے پوچھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی اس نے دروازے کے پاس کھڑے مرتضی کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے الفاظ کہیں اندر ہی گم ہو گئے۔

"ہاں بیٹا بولو کس سے ڈر لگ رہا ہے؟"

"بس ایسے ہی۔" وہ ان سے علیحدہ ہو کر آنسو صاف کرنے لگی۔ تبھی تہمینہ ٹرالی لے کر اندر آ گئیں۔ ساتھ ہی مرتضی نے سب کو لڈرنک سرو کرنے کے بعد انھوں نے سوپ کا باؤل اس کی طرف بڑھایا۔

"میرا دل نہیں کر رہا۔" اس نے تہمینہ کو دیکھ کر کہا۔

"بیٹا پی لو اس طرح بھوکے رہنے سے کمزوری بڑھ جاتی ہے۔ آگے ہی دیکھو کتنی ویک لگ رہی ہو۔" جمال احمد کے کہنے پر مرتضی نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ واقعی ایک دن میں وہ کافی کمزور ہوگئی تھی۔ وہ ایک بار پھر شرمندہ ہوگیا۔ یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا تھا۔

"بیٹا پی لو۔" شاہدہ نے بھی اصرار کرتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی سے ہونٹ چبانے لگی۔

"پلیز آنٹی میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ

رہا۔" اس نے پاؤں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تو سب خاموش ہو گئے۔

انکل اب سب کو کوئی واقعہ سنا رہے تھے۔ سب بڑے غور سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ بھی سن رہی تھی لیکن اس کا دھیان مسلسل نیچے تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مرتضٰی اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ اسے اس طرح بیٹھا دیکھ کر تہمینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹا تھوڑا سوپ پی لو۔" انھوں نے سوپ والا چمچ اس کے منہ کے آگے کیا۔ لیکن اس نے منع کر دیا۔

"کرن سوپ پی لو۔" مرتضٰی کی آواز پر اس کی دھڑکن ایک دم تیز ہو گئی۔ مرتضٰی کے کہنے پر تہمینہ نے ایک بار پھر چمچ اس کے ہونٹوں کے قریب کیا۔ اس نے سوپ پی لیا۔ انھوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ان کا خیال تھا وہ منع کر دے گی۔ تہمینہ کے ساتھ ساتھ سب نے حیرت سے پہلے کرن کو اور پھر مرتضٰی کو دیکھا۔ ان سب کے اس طرح دیکھنے پر مرتضٰی جھینپ کر مسکرا دیا۔

"اچھا آنٹی میں چلتا ہوں۔" وہ ایک دم باہر نکل گیا تو جمال احمد نے مسکرا کر اسے جاتے دیکھا۔

مرتضٰی کے نکلتے ہی کرن کی کب سے رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

"مما مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" مرتضٰی نے کچن میں مصروف شاہدہ سے کہا۔

"ہاں بیٹا کہو۔" شاہدہ نے اسی مصروف انداز میں کہا۔

"مما...... آپ...... وہ تہمینہ آنٹی سے رخصتی کی بات کریں۔" مرتضٰی کی بات پر شاہدہ کے چلتے ہوئے ہاتھ رک گئے۔ انھوں نے خوشگوار حیرت سے مرتضٰی کو دیکھا جو سر جھکائے زمین کو گھور رہا تھا۔

"کیا کہا......؟" انھیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ انھوں نے تصدیق کے لیے دوبارہ پوچھا۔

"مما آنٹی تہمینہ سے کرن کی رخصتی کی بات کریں۔" مرتضٰی نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا تو شاہدہ نے بے ساختہ آگے بڑھ کر اس کا چہرہ چوم لیا۔

"مرتضٰی تم نہیں جانتے تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے۔" شاہدہ کا چہرہ واقعی اس وقت ان کے جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا۔

"مما آپ آج ہی بات کریں اور اسی ماہ کی ڈیٹ لیں۔" مرتضٰی کے دو ٹوک انداز پر شاہدہ نے حیرت سے مرتضٰی کو دیکھا آج تو وہ انھیں جھٹکے پر جھٹکا دے رہا تھا۔ اس کی اتنی بے تابی انھیں حیران کر رہی تھی۔ کہاں تو کرن کو دیکھتے ہی اس کو غصہ آ جاتا تھا اور کہاں اب یہ حال تھا کہ فوراً رخصتی کی بات کر رہا تھا۔

"بیٹا اتنی جلد بازی ٹھیک نہیں میں جانتی ہوں تہمینہ اتنی جلدی رخصتی نہیں کرے گی۔ ابھی تو کرن کے ایگزیمز بھی ختم نہیں ہوئے۔" ان کا اشارہ اس کے پریکٹیکلز کی طرف تھا۔

"مما کرن امتحان یہاں آ کر بھی دے سکتی ہے۔ آپ پلیز میری خاطر پلیز مما۔" مرتضٰی نے ان کے گرد اپنے بازو حمائل کرتے ہوئے کہا تو شاہدہ مسکرا دیں۔

"اتنا مسکا لگانے کی ضرورت نہیں۔ جمال آتے ہیں تو میں ان سے بات کرتی ہوں۔"

"تھینکس۔" مرتضٰی نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور باہر نکل گیا۔ اس کو جاتا دیکھ کر شاہدہ مسکرا دیں۔ وہ مرتضٰی کے رویے پر حیران تھی وہ ہمیشہ اپنی بات منوانے کا قائل تھا۔ اس طرح خوشامد کرنا اس کا انداز نہیں تھا۔ اتنے دنوں سے اس کے رویے کی تبدیلی کی وجہ انھیں اب سمجھ

آئی تھی۔ کرن کی چاہ نے اسے سراپا بدل دیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کرن کا جادو چل گیا۔ وہ بے اختیار مسکرا دیں۔ آفس پہنچنے پر اس کا پہلا ٹکراؤ رمشا سے ہوا۔

''ہیلو رمشا کیسی ہو؟'' اس نے خوشگوار لہجے میں اس کی خیریت دریافت کی تو وہ بھی مسکرا دی۔

''میں تو ٹھیک ہوں تم سناؤ بہت خوش لگ رہے ہو۔'' آج کافی دنوں بعد وہ اپنے پرانے انداز میں واپس آیا تھا۔ رمشا کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''بالکل ٹھیک میں واقعی آج بہت خوش ہوں۔''

''ٹھیک ہے تو اس خوشی میں آج لنچ اکھٹے کرتے ہیں۔'' رمشا نے مرتضیٰ کا چہرہ دیکھ کر کہا۔

''وائے ناٹ لنچ ٹائم میں ملتے ہیں۔'' یہ کہہ کر مرتضیٰ نے قدم بڑھا دیئے۔ رمشا کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔

''کیا بات ہے بہت خوش ہو؟'' رمشا نے کھانے کے دوران پوچھا تو مرتضیٰ بے ساختہ مسکرا دیا۔

''میں شادی کر رہا ہوں۔''

''کس سے؟'' رمشا نے حیرت سے مرتضیٰ کو دیکھا۔ ایک خوش فہمی اس کے اندر جاگی۔

''اسی سے جس سے نکاح ہو چکا ہے۔''

پلیٹ میں چمچ چلاتا رمشا کا ہاتھ وہیں رک گیا۔

''یو مین...... تم...... لیکن تم تو اسے پسند نہیں کرتے تھے۔'' رمشا نے شاک کی کیفیت میں کہا۔

''میں اسے پسند نہیں محبت کرنے لگا ہوں۔'' مرتضیٰ نے رمشا کی حیران شکل دیکھ کر کہا۔

''تو میرا کیا ہوگا؟'' رمشا کے کہنے پر اس نے چمچ پلیٹ میں رکھ دیا اور اسے دیکھ کر بولا۔

''دیکھو رمشا میں نے بھی تمہیں اس نظر سے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی میں نے تم سے اظہار محبت کیا ہے۔ یہ تم بھی جانتی ہو ہم اچھے دوست ہیں اور آگے بھی ہو سکتے ہیں اگر تم چاہو تو۔ ڈیڈی نے میری مرضی کے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کیا اس کا مجھے افسوس تھا۔ لیکن اب مجھے ڈیڈی کی چوائس پر فخر ہوتا ہے۔'' رمشا نے غور سے مرتضیٰ کے چہرے پر پھیلے خوبصورت رنگوں کو دیکھا۔ اسے اس لڑکی پر رشک محسوس ہوا جس کے ذکر نے مرتضیٰ کو ارد گرد سے بے خبر کر دیا تھا۔

وہ لڑکی واقعی خوش قسمت تھی جس کو مرتضیٰ ملا خاص کر مرتضیٰ کی محبت...... شدید محبت۔ اس کا نام ہے کرن۔ تم جانتی ہو؟'' مرتضیٰ نے کہا تو رمشا کی آنکھوں میں کرن کا چہرہ گھوم گیا۔

''تمہیں پتہ ہے رمشا سے تھوڑے ہی عرصے میں میں اسے اتنی محبت کرنے لگا ہوں کہ کبھی کبھی مجھے خود یقین نہیں آتا۔'' اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت وہاں ہو کر بھی رمشا کو وہاں نہیں لگ رہا تھا۔

''میں چلتی ہوں۔'' وہ ایک دم کھڑی ہو گئی تو مرتضیٰ ایک دم جیسے ہوش میں آ گیا۔ وہ پتہ نہیں کیا کیا کہہ گیا تھا کرن کا احساس اسے ہمیشہ بے خود کر دیتا تھا۔

''رمشا اگر میری وجہ سے تمہیں دکھ پہنچا ہو تو سوری۔'' رمشا نے ایک نظر حیرت سے مرتضیٰ کو دیکھا کیونکہ مرتضیٰ کبھی سوری نہیں کرتا تھا۔ پھر وہ افسردگی سے مسکرا دی۔ یہ بھی یقیناً کرن کی نسبت کا کمال تھا جس نے مرتضیٰ کو بدل دیا تھا۔ وہ بوجھل قدموں سے باہر نکل گئی۔

''کیا ہو رہا ہے بھئی؟'' مرتضیٰ نے سب کو اکٹھے دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کی شادی کو ڈسکس کر رہے ہیں۔'' علی نے شرارت سے کہا تو وہ بھرپور طریقے سے مسکرا دیا۔

''میں تو کہہ رہا تھا آپ کی شادی ہو تو میرا نمبر آئے کب سے میں اس گھڑی کا انتظار کر رہا تھا۔'' احد نے شرارت سے کہا۔

احد کی بات پر مرتضیٰ نے ایک سکون سا دل میں اترتا محسوس کیا۔ ورنہ ڈیڈی کی بات پر عجیب سی پریشانی اس کے دل میں رہتی تھی۔

''میرے لیے لڑکی کرن ڈھونڈے گی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ مما آپ کو میرے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''تمھاری فکر میں کر بھی نہیں رہی تم خواہ مخواہ پاگل ہو رہے ہو۔ تمھارا تو وہ حال ہے بے گانی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔'' شاہدہ کے کہنے پر وہ منہ بسور کر رہ گیا۔ جبکہ علی اور مرتضیٰ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

احد نے ایک زوردار ہاتھ علی کو پیچھے لگایا تو اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ وہ غصے سے احد کو گھورنے لگا۔

''اور بھائی آپ بھی زیادہ خوش نہ ہوں۔ شادی کے بعد آپ کو پتہ چلے گا کرن کتنی ڈفر ہے۔''

''تو تمھیں کیا تکلیف ہے میری بیوی ہے میرے ساتھ رہ کر خود عقلمند ہو جائے گی۔'' مرتضیٰ کی بات پر پانی پیتے علی کو اچھو لگ گیا۔ احد کا بھی منہ کھلے کا کھلا رہ گیا جبکہ شاہدہ مسکرا دیں۔

''آپ نے ڈیڈی سے بات کی؟''

''نہیں بیٹا ٹائم ہی نہیں ملا۔ لیکن تم فکر نہ کرو میں آج ہی کرتی ہوں۔'' شاہدہ نے مرتضیٰ کا چہرہ دیکھ کر فوراً تسلی دی۔

''کون سی بات مما؟'' احد نے ماں کو دیکھ کر پوچھا۔

''وہ ہم دراصل سوچ رہے تھے کرن کی رخصتی کی بات کریں۔ اب پتہ نہیں جمال کا کیا ارادہ ہے۔'' شاہدہ کے کہنے پر احد اور علی اپنی جگہ اچھل پڑے۔

''اور آپ ہمیں اب بتا رہی ہیں آپ ابھی چلیں۔'' احد نے ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''تمھارے ڈیڈی تو آ جائیں۔'' شاہدہ کے کہنے پر علی نے موبائل فون نکال لیا۔

''میں ڈیڈی کو فون کرتا ہوں۔''

''باولے ہو گئے ہو انھیں گھر تو آنے دو۔'' شاہدہ نے فون اس کے ہاتھ سے لے لیا اور علی مسلسل شاہدہ سے اصرار کرنے لگا تو مرتضیٰ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ دونوں اب مما اور ڈیڈی کو لے کر ہی جائیں گے۔

تھوڑی دیر پہلے فوزیہ اسے چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ جب تہمینہ اس کے کمرے میں آئیں۔

''آج شاہدہ احد اور علی آئے تھے۔'' انھوں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگی کہ ''اس میں نئی بات کون سی ہے''۔ اس کا مطلب سمجھ کر تہمینہ مسکرا دی۔

''وہ تمھاری رخصتی کی بات کرنے آئے تھے۔'' ان کی بات پر کرن کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

''لیکن امی میرے پریکٹیکل اور پھر مجھے ایم ایس سی ضرور کرنا ہے۔'' اس نے سر جھکا کر کہا۔

''میں نے بھی ان سے یہی کہا تھا لیکن

بھابی بہت زور دے رہی تھیں وہ کہہ رہی تھیں مرتضیٰ بڑا بے قرار ہو رہا ہے۔" انھوں نے شرارت سے کرن کا گال چھوا تو وہ بلش ہو گئی۔ تہمینہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

کرن نے خوشگوار حیرت سے ماں کو دیکھا کیونکہ وہ کبھی ایسے نہیں ہنستی تھیں۔ تہمینہ نے اس کی حیرت دیکھی تو مسکرا کر دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا۔

"کرن میں تمھیں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں میرا خیال ہے بھابی کی بات مان لینی چاہیے۔" تہمینہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر بولیں۔

"میں نے مرتضیٰ کی آنکھوں میں تمھارے لیے اب محبت دیکھی ہے اور مجھے یقین ہے وہ تمھیں بہت خوش رکھے گا اور تم تو بہت خوش قسمت ہو جس کو اتنے چاہنے والے لوگ ملے ہیں۔" انھوں نے بڑی محبت سے اس کے چہرے کو دیکھا جو خوبصورت رنگوں سے سج گیا تھا۔

"اور جو محبت کریں انھیں زیادہ انتظار نہیں کروانا چاہیے۔" تہمینہ نے ایک بار پھر شرارتی انداز میں کہا تو کرن بے اختیار ان کے گلے لگ گئی۔ اس کی حرکت پر وہ مسکرا دیں۔

"چلو اب سو جاؤ مجھ بھی نیند آ رہی ہے۔" تہمینہ نے اس کے سر پر چپت لگائی تو وہ مسکرا دی۔

آفس سے آ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔ آج وہ آفس سے جلدی آ گیا تھا۔ کیونکہ دوستوں کے ساتھ اس کا ڈنر کا پروگرام تھا۔ وہ کپڑے سلیکٹ کرنے کے بعد شرٹ اور پینٹ لے کر نیچے آ گیا تا کہ پروین کو پریس کرنے کے لیے دے سکے۔ سیڑھیوں سے اترتے ہی اس کی پہلی نظر کرن پر پڑی جو کچن سے نکل رہی تھی۔

"آنٹی اب میں جاؤں؟" کرن نے شاہدہ سے کہا۔

"بیٹا بس دو منٹ۔" شاہدہ نے تو وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ اچانک اس کی نظر سامنے کھڑے مرتضیٰ پر پڑی جو بڑے غور سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے رخ موڑ لیا۔ اس کی اس حرکت پر مرتضیٰ بے اختیار مسکرا دیا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔

اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر اس کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

"چلو بیٹا۔" شاہدہ کے باہر آتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا۔ اور مرتضیٰ بھی وہیں رک گیا۔

"بیٹا کوئی کام تھا؟" شاہدہ نے اسے کپڑے پکڑے کھڑے دیکھ کر پوچھا۔

"پروین کہاں ہے یہ کپڑے پریس کروانے تھے۔"

"وہ تو ابھی گھر گئی ہے کرن بیٹا پلیز ذرا تم پریس کر دو۔" شاہدہ کہہ کر واپس کچن میں مڑیں تو اس نے مرتضیٰ کی طرف دیکھے بغیر کپڑوں کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ مرتضیٰ نے کپڑے پکڑاتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو کرن کو کرنٹ سا لگا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"کپڑے پریس کر کے میرے کمرے میں لے آنا۔" وہ جلدی سے آئرن اسٹینڈ کی طرف آ گئی۔ جب تک اس نے کپڑے پریس کیے پروین آ چکی تھی۔ اس نے کپڑے پروین کے ہاتھ بھجوا دیے اور خود علی اور احد کے پاس آ گئی۔ تا کہ وہ اسے چھوڑ آئیں لیکن وہ لوگ کشنوں سے لڑنے میں مصروف تھے۔

"کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو سارے کمرے کو کباڑ خانہ بنا دیا ہے۔ اتنے بڑے ہو گئے ہو عقل نام کی نہیں۔" شاہدہ نے کمرے کی حالت

دیکھ کر دونوں کو ڈانٹا تو وہ شرافت سے بیٹھ گئے۔

حیرت انگیز طور پر آج انھوں نے کرن سے زیادہ بات بھی نہیں کی تھی۔ دونوں اگنور کر رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر گھر جاتی پروین آئی۔

''وہ جی مرتضٰی بھائی نے یہ شرٹ دی ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ اسے دوبارہ استری کر کے لے کر آئیں۔'' پروین نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے گولا بنی شرٹ اس کے آگے کر دی۔

پروین کے کہنے کی دیر تھی احد اور علی کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔ وہ باقاعدہ کارپٹ پر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے جبکہ شاہدہ بھی کھل کر ہنس پڑی تھیں۔ شرم کے مارے اس سے سر اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔

''جاؤ بیٹا اسے پریس کر کے خود دے آؤ۔'' شاہدہ نے مسکراہٹ روک کر کہا تو وہ اسی طرح سر جھکائے آئرن اسٹینڈ کی طرف آ گئی۔ وہ جتنی کوشش کر رہی تھی کہ اسے مرتضٰی کے سامنے نہ جانا پڑے اسے اتنی ہی ناکامی ہو رہی تھی۔ شرٹ پریس کر کے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی تو اپنے پیچھے اس نے احد اور علی کے کھانسنے کی آواز سنی۔ سیڑھیوں پر رکھتے ہوئے اس کے قدم من من کے ہو رہے تھے۔

''بھابی بیگم ذرا دھیان سے جائیے گا۔'' اسے پیچھے سے علی کی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

مرتضٰی کے کمرے کے باہر کافی دیر کھڑی رہی۔ اندر جانے کی اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ شاید ایسے ہی کھڑی رہتی کہ دروازہ کھل گیا۔ مرتضٰی جو اتنی دیر ہو جانے پر شرٹ لینے آ رہا تھا اس کو سامنے سر جھکائے کھڑا دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیا۔

دروازہ کھلنے پر وہ بھی چونک کر سامنے دیکھنے لگی جہاں مرتضٰی بڑی شوخ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مرتضٰی نے جینز کے اوپر بنیان پہن رکھی تھی۔ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔ مرتضٰی نے بڑی دلچسپی سے اس کی اس حرکت کو دیکھا۔

''زہے نصیب وہ آئے ہمارے اور اپنے کمرے میں خدا کی قدرت کبھی ہم ان کو اور کبھی انہی کو دیکھتے ہیں۔'' مرتضٰی کے اپنے حسب حال شعر بنانے پر ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ ضبط کر گئی۔

''آپ کی شرٹ۔'' کرن نے شرٹ آگے کر دی۔

''مسز مرتضٰی اندر تو تشریف لائیں۔'' مرتضٰی نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کہا۔ مسز مرتضٰی کہنے پر بڑی تیزی سے اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

''وہ آنٹی نے مجھے بلوایا ہے آپ کی شرٹ۔'' اس نے جلدی سے شرٹ اس کی طرف اچھالی۔ اس کے بھاگنے کی نیت دیکھ کر مرتضٰی نے جلدی سے اس کا بازو پکڑ کر اسے اندر کھینچ لیا۔

''جان مرتضٰی کوئی بات آرام سے بھی مان لیا کرو۔'' مرتضٰی نے دوسرے ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ اس کے دروازہ بند کرنے اور طرز تخاطب پر اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔

مرتضٰی نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور قریب ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''بھئی میری طرف بھی دیکھ لیا کرو میں اتنا خوفناک تو نہیں بلکہ میں نے تو سنا ہے بہت ہینڈسم ہوں۔'' وہ جانتا تھا وہ کیوں اسے دیکھنے سے کترا رہی تھی۔ کبھی اس کا اس حالت میں رمشا کا دیکھنا بہت برا لگا تھا لیکن کرن کا اس طرح جھجکنا اسے بہت مزہ دے رہا تھا۔ اس نے مسکراہٹ روک کر کرن کو دیکھا تو اپنی نظریں زمین پر گاڑے

ہوئے بھی۔

"کرن تم مجھ سے اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟"

مرتضیٰ نے اس کے قریب جھک کر پوچھا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھا لیا اور خود گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ کرن نے حیرت سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا میں شروع کہاں سے کروں۔" مرتضیٰ نے اس کا بایاں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"اس دن جو کچھ میں اس کے لیے بہت گلٹی فیل کر رہا ہوں میرا ارادہ تمہیں پریشان کرنے کا نہیں تھا میں صرف تم سے بات کرنے آیا تھا لیکن تمہاری باتوں نے مجھے اتنا مشتعل کر دیا تھا کہ میں خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔ میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ تم میرے علاوہ کسی کی ہو جاؤ۔ بس میں تمہاری جدائی کے خیال سے ڈر گیا تھا۔"

کرن نے غور سے اس کی شکل دیکھی۔

"میں نے آج سے پہلے کبھی کسی کے لیے وہ محسوس نہیں کیا جو میں تمہارے لیے کرتا ہوں۔ اگر میں نے کسی سے محبت کی ہے تو وہ صرف تم ہو۔" مرتضیٰ نے تم پر زور دے کر کہا۔

"ہاں میری صرف یہ غلطی ہے کہ میں نے اظہار کرنے کے لیے غلط طریقہ اختیار کیا۔ لیکن تمہاری اتنی بے رخی پر اتنا غصہ کرنا تو میرا حق بنتا ہے نا۔" مرتضیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ کرن پلک جھپکے بغیر اس کو دیکھے جا رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میں نے تمہیں دکھ دیا لیکن تمہاری محبت میں گرفتار ہونے کے بعد میں جس اذیت سے گزر رہا ہوں تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ میں تمہیں اتنی محبت دوں گا کہ تم وہ سب تکلیف بھول جاؤ گی۔"

مرتضیٰ نے اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود انگوٹھی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ پھر ایک گہرا سانس لے کر بولا۔

"میں یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ صرف تم کو ایک بار غور سے دیکھنے پر میں اپنا سب کچھ ہار گیا۔ کیوں، کبھی کبھی تو مجھے یقین نہیں آتا کہ میں تم سے اتنی شدید محبت کیسے کرنے لگا ہوں۔ اگر کسی پل میں یہ سوچوں کہ تم مجھے نہیں ملو گی تو مجھے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہونے لگتی ہیں۔ تم نے کیا جادو کیا ہے مجھ پر۔" مرتضیٰ نے ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھا تو اب کی بار اس نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"یہ تو ہونا ہی تھا مرتضیٰ جمال احمد آپ کو مجھ سے محبت ہونی ہی تھی کیونکہ میں نے اپنے اللہ سے آپ کی محبت مانگی تھی اور اللہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا اور آپ تو تھے ہی میرے تو آپ کی محبت بھی مجھے ہی ملنی چاہیے تھی۔ بے شک وہ خدا رحیم اور کریم ہے اور سچے دل سے کی جانے والی دعا وہ کبھی رد نہیں کرتا۔"

"کچھ بولو گی نہیں؟"

اسے مرتضیٰ کی آواز پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے شاید کچھ پوچھا تھا اس کو خاموش دیکھ کر وہ پھر بولنے لگا۔

"یہ سب باتیں میں اس لیے تم سے کہہ رہا ہوں کہ تمہارے دل میں کوئی غلط فہمی نہ رہے۔ میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ تمہیں اگر مجھ سے کوئی شکایت ہو تو بتاؤ میں درست کرنے کی کوشش کروں گا۔" کرن نے ایک نظر اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلا دیا تو مرتضیٰ مطمئن ہو کر مسکرا دیا۔

"میں جاؤں؟" کرن کے پوچھنے پر وہ شرارت سے مسکرا دیا۔

"میرا خیال ہے اب تم یہیں رہ جاؤ۔" اس

کی آنکھوں میں چھپی شرارت اب اس کے لہجے میں عود آئی تھی۔ اس سے پہلے وہ پھر آؤٹ آف کنٹرول ہوتا کرن نے اپنا ہاتھ چھڑا کر دروازے سے باہر دوڑ لگا دی۔

"یار جانے سے پہلے ہاتھ تو ملاتی جاؤ۔"

"منہ دھو رکھیں۔" کرن نے مڑ کر اسے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔

"کوئی بات نہیں بچو آنا تو تمھیں یہیں پر ہے نا۔" مرتضٰی نے پیچھے سے کہا تو سیڑھیاں اترنے سے پہلے اس نے اسے انگوٹھا دکھایا اور جلدی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ اپنے پیچھے اس نے مرتضٰی کا بھرپور قہقہہ سنائی دیا جس نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ سجائی تھی۔

آج ہر چیز نکھر گئی تھی۔ ہر وہم دور ہو گیا تھا۔ سیڑھیاں اترتے ہی اس کی مڈبھیڑ جمال احمد سے ہو گئی۔

"خیریت تو ہے میرا بچہ خود ہی خود مسکرا رہا ہے؟"

"نہیں تو انکل۔" کرن نے جلدی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"کرن بھائی نے کیا کہا؟" احد نے اس کے قریب آ کر رازداری سے پوچھا تو وہ سخت نروس ہو گئی۔

"آپ خود ان سے پوچھ لیں۔" یہ کہہ کر اس نے دوڑ لگا دی۔

مرتضٰی نے آخری دفعہ اپنے بالوں میں برش کرتے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھا اور مطمئن ہو کر برش نیچے رکھ دیا۔ تبھی جمال احمد اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کو دیکھ کر وہ ایک دم خوش ہو گیا۔

"ڈیڈی آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس آ گیا تو انھوں نے ایک نظر اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر صوفے پر بیٹھ گئے اور جیب سے پیپرز نکال کر ٹیبل پر رکھ دیے۔

"مجھے ان پیپرز پر تمھارے سائن چاہئیں۔"

"کیسے پیپرز ہیں ڈیڈی؟" اس نے غور سے باپ کی شکل دیکھی جو غیر معمولی سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"یہ طلاق کے پیپرز ہیں ان پر سائن کر کے خود کو آزاد کر لو۔" جمال احمد کی بات پر وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ اس نے نظریں اٹھا کر باپ کو دیکھا وہ اس قدر شاکڈ تھا کہ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ڈیڈی ایسا کر سکتے ہیں۔ اس کے نزدیک تو سب ٹھیک ہو گیا تھا۔

"مرتضٰی اس پر سائن کر دو میں اس غلطی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں جو میں نے کچھ ماہ پہلے کی تھی۔ تم اپنی مرضی سے شادی کر سکتے ہو تم سے کوئی کچھ نہیں کہے گا اور میں نے اپنی چوائس تم پر تھوپی اس لیے میں شرمندہ ہوں ناؤ سائن اٹ۔" وہ مسلسل انھی کو دیکھے جا رہا تھا۔

اس نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی اپنی آنکھ نہیں جھپکی تھی اس کو لگ رہا تھا اس کی دھڑکن بند ہو چکی ہے پھر اس نے اپنے گالوں پر نمی محسوس کی تھی جمال احمد بغیر کسی تاثیر کے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"ڈیڈی میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اس نے خود کہتے ہوئے سنا۔

"لیکن مرتضٰی میں کرن کو مزید دکھ برداشت کرنے کے لیے تمھارے ساتھ نہیں رکھ سکتا جب وہ تمھیں پسند ہی نہیں تو پھر انکار کا کیا جواز۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے تم سائن کر دو۔"

لیکن مرتضٰی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ وہ اٹھ کر سامنے زمین پر بیٹھ گیا اور اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھ

"ڈیڈی میں اس کے بغیر رہنے کا تصور بھی یں کر سکتا۔ پلیز ڈیڈی میری ایک غلطی کی اتنی ی سزا مت دیں پلیز ڈیڈی میں کرن کے بغیر یں رہ سکتا۔...... میں اس کے بغیر نہیں رہ ۔" وہ مسلسل ایک ہی جملے کی تکرار کر رہا تھا۔ ل احمد نے اپنا دایاں ہاتھ مرتضیٰ کے سر پر رکھ ور ایک نظر سامنے بڑے پیپرز کو دیکھا۔

"میں آج بہت خوش ہوں آج میرا خواب، ری خواہش حقیقت کا روپ دھار کر میرے منے موجود ہے۔" جمال احمد نے ایک نظر منے اسٹیج کی طرف دیکھا جہاں کرن اور مرتضیٰ ین اور دولہا کے روپ میں بیٹھے تھے۔ کرن یں بہت پیاری تھی وہ جانتے تھے انھوں نے ضیٰ کی مرضی کے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے اور ی توقع کے مطابق مرتضیٰ نے کافی ہنگامہ بھی یا تھا۔ لیکن وہ سمجھتے تھے وقت کے ساتھ ساتھ وہ یک ہو جائے گا۔ لیکن اس دن انھوں نے مرتضیٰ جس طرح کا رویہ کرن کے ساتھ دیکھا اس ے انھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ے رشتے کو ختم کر دینا چاہتے تھے لیکن مرتضیٰ ے امریکہ چلے جانے کی وجہ سے معاملہ التوا میں گیا اس کی واپسی پر۔ لیکن پہلا جھٹکا انھیں تب جب انھوں نے رمشا سے احد اور کرن کی ادی کی بات کی تو اس کا ایک دم طیش میں آ جانا پھر احد کو منع کر کے خود کرن کو لانے کی بات رنا۔ پھر مرتضیٰ کا کرن کے گھر جانا اس کے کہنے رن کا بلا چوں چرا سوپ پینا۔ ان سب باتوں انھیں بہت کچھ سمجھا دیا تھا اور ان کی سوچ نے ین کا روپ تب دھارا جب شاہدہ نے ان سے ا کہ مرتضیٰ رخصتی کے لیے زور دے رہا ہے تو یں یقین ہو گیا کہ مرتضیٰ کرن کو پسند کرنے لگا

ہے۔ لیکن وہ یہ سب اس کے منہ سے سننا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ پیپرز جو انھوں نے کافی دیر پہلے تیار کروائے تھے اس کے پاس لے کر گئے لیکن اس بار بھی مرتضیٰ کا رویہ ان کی توقع کے برعکس تھا۔ اس کی شاکڈ کنڈیشن نے ان پر ظاہر کر دیا تھا کہ بات پسند سے بھی آگے نکل چکی ہے اور اس نے واضح طور پر اقرار کیا تھا کہ وہ کرن سے محبت کرتا ہے اور کرن...... اس کے دل کا حال تو انھوں نے اس کی ایک مسکراہٹ سے لگا لیا تھا۔ پھر کسی طرح تہمینہ کی رضامندی لی اور ایک مہینے میں شادی کے سب انتظامات کیے وہ ایک الگ کہانی ہے۔

انھوں نے فضا میں رچی گلاب کی مہک کو اپنے اندر اتارا اور پھر ایک بار اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جہاں احد کی کسی بات پر مرتضیٰ نے قہقہہ لگایا تھا۔ خوشی اس کے ہر انداز سے ظاہر ہو رہی تھی۔ مرتضیٰ کے قہقہے نے ان کے ہونٹوں پر بھی تبسم بکھیر دیا تھا۔ پھر انھوں نے کرن کو دیکھا جہاں ایک مسلسل دھیمی مسکان نے اس کے چہرے کی خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔

جب اسے ہال میں لایا گیا تھا تو ایک پل کے لیے انھوں نے بھی اسے نہیں پہچانا تھا۔ وہ جو اتنی سادہ رہتی تھی بالکل بچوں والی حرکتیں تھیں آج تو اس کا روپ ہی نرالا تھا۔ وہ تو لگ ہی نہیں رہی تھی کہ اس زمین کی ہے۔ ایسا لگتا تھا کوئی پری لال کپڑوں میں زمین پر اتر آئی ہو۔ انھوں نے ان دونوں کو نظروں کے حصار میں لے کر دائمی خوشیوں کی دعا کی اور اپنے رب کا شکر ادا کیا جس نے ان کی دعاؤں کی لاج رکھ لی تھی۔

"ڈیڈی یہاں آئیں۔" علی کے آواز دینے پر وہ اسٹیج کی طرف چل دیے۔ کیونکہ فیملی فوٹو ان کے بغیر ادھوری تھی۔

☆☆☆